اعم

چندر ناتھ

مصنفہ:
بابو شرت چندر چیٹرجی

مترجمہ:
مہتہ گوردیال کوشل

ناشران
بھارت پستک بھنڈار کٹڑہ اہلووالیاں امرتسر

چندرناتھ

جس دن چندرناتھ کے باپ کا شرادھ تھا۔ اس سے ٹھیک ایک دن پہلے کسی بات پر چچا منی شنکر مکھو اپادھیائے سے اُن کا کچھ من مٹاؤ ہو گیا۔ اُس کا نتیجہ یہ ہُوا کہ دوسرے دن منی شنکر نے اُن کے یہاں آ کر اپنے بڑے بھائی کے شرادھ کے سب کام تو اچھی طرح کر دئیے مگر آپ وہاں اناج کا ایک دانہ بھی منہ میں نہ ڈالا۔ اور نہ اپنے گھر کے لوگوں کو ہی ڈالنے دیا۔ براہمن بھوجن ہو چکنے پر چندرناتھ نے ہاتھ جوڑ کر کہا۔

"چچاجی! آپ میرے پتا کی مانند ہیں۔ میں آپ کے پُتر کی طرح ہوں۔ اگر کوئی غلطی ہوئی ہو۔ کوئی قصور ہُوا ہو۔ تو اِس دفعہ مجھے معاف کریں۔"

منی شنکر نے جواب میں کہا۔

بھائی تم لوگ کلکتے میں رہ کر بی۔ اے۔ ایم۔ اے پاس کر کے عالم ہو گئے ہو۔ عقل مند ہو گئے ہو۔ اور ہم لوگ ٹھہرے پُرانے زمانے کے بے وقوف۔ ہمارے ساتھ تمہاری ہڑی نہیں بیٹھے گی۔ دیکھو نہ! شاستر کار کہہ ہی گئے ہیں۔ جیسے جڑ کاٹ کر ڈالیوں کو سینچنا۔

اگرچہ شاستر کے اِس کہے ہوئے قول کے ساتھ آج کل کے عالم اور پُرانے زمانے کے بیوقوف کا کوئی گہرا تعلق نہیں تھا۔ تب بھی

منی شنکر نے اپنے من کا جو ارادہ ظاہر کیا اُسے سمجھ کر چندر ناتھ نے من ہی من میں عہد کر لیا کہ اب مَیں اپنے چچا کے ساتھ کسی قسم کا تعلق نہ رکھوں گا۔ یُوں تو باپ کے جیتے جی بھی اِن دونو حقیقی بھائیوں میں ایسی کوئی خاص مہر محبت نہیں تھی۔ صرف کھانا برتنا ہی تھا۔ لیکن اب وہ بھی بند ہو گیا۔ چندر ناتھ کے باپ حسب خواہش دَھن دولت چھوڑ گئے تھے۔ مگر گھر میں کوئی اپنا یا یگانہ نہیں تھا۔ چندر ناتھ کے صرف ایک ماموں تھے۔ جن کے کوئی اولاد نہ تھی۔ اور دوسری اُن کی مامی تھی۔

جب سارا گھر سنسان معلوم ہونے لگا۔ تب چندر ناتھ نے اپنے گماشتے کو بلا کر کہا۔ مَیں کچھ دنوں کے لئے دوسرے ملک میں جاؤں گا۔ آپ گھر باہر کا سارا کام کاج جس طرح پہلے دیکھتے تھے اُسی طرح دیکھتے رہیں۔ مَیں سمجھتا ہوں کہ میرے لَوٹنے میں دیر لگیگی۔

چندر ناتھ کے ماما برج کشور نے اِس پر ناراضگی ظاہر کرتے ہوئے کہا۔

"نہیں! ابھی کہیں باہر جانے کی ضرورت نہیں ہے۔ تمہارا من خراب ہو رہا ہے۔ اِس لئے ابھی تمہیں گھر ہی رہنا مناسب ہے"!

لیکن چندر ناتھ نے اُن کی اِس بات پر توجہ نہیں دی۔ اُنہوں نے اپنی دولت و جائیداد کا سارا بوجھ گماشتے پر چھوڑ دیا۔ جس مکان میں وہ رہتے تھے۔ اُس کا انتظام برج کشور کے سپرد کر دیا۔ اور نہایت ہی متانت کے ساتھ وہ پردیس کو چل پڑے۔ ساتھ

ہیں ایک نوکر بھی نہ جانے پایا۔

برج کشور کو تنہائی میں بلا کر اُن کی بیوی ہرکالی نے کہا۔

"تم نے ایک کام نہ کر لیا۔"

برج کشور نے پوچھا "کیا؟"

"یہی کہ جب پردیس کو چلنے لگا۔ تب تم نے اُس سے کچھ لکھا پڑھا کیوں نہیں لیا؟ کون کہہ سکتا ہے کہ آدمی کو کب کیا ہو جائے۔ اگر پردیس میں اچانک کوئی بھلی بری بات ہو جائے۔ تو تم کہاں جا کر رہو گے؟"

برج کشور نے کانوں پر ہاتھ رکھ کر اور دانت سے زبان کاٹ کر کہا۔ "رام رام! ایسی بات کبھی منہ سے نہ نکالنا۔"

ہرکالی بگڑ گئی۔ بولی۔

"تم مورکھ ہو۔ اسی لئے یہ بات منہ سے نکالنی پڑی۔ اگر سمجھدار ہوتے۔ تو نکالنی ہی نہ پڑتی۔"

مگر دو چار دن ہی میں برج کشور کو عورت کی کرپا سے معلوم ہو گیا۔ کہ اُس نے جو کچھ کہا تھا۔ وہ ٹھیک تھا۔ اُس وقت وہ پچھتانے لگے۔

سال بھر تک چندر ناتھ مختلف جگہوں میں تنہا گھومتے پھرے۔ اس کے بعد اُنہوں نے گیا پہنچ کر اپنے مرحوم والد کا سالانہ شرادھ کیا۔ مگر پھر بھی اُن کی گھر واپس آنے کی خواہش نہیں ہوئی۔ اُنہوں نے سوچا کہ پہلے کچھ دن چل کر کاشی میں رہیں۔ پھر جو ہوگا وہ دیکھا جائیگا۔ کاشی میں مکھم اوپادھیائے خاندان کے پنڈا ہردیال گھوشال

تھے - چندر ناتھ ایک دن دوپہر کے وقت ہاتھ میں کینوس کا ایک بیگ لئے ہوئے اُن کے گھر جا پہنچے - کاشی چندر ناتھ کے لئے کوئی نئی جگہ نہیں تھی - اِس سے پہلے کئی بار وہ اپنے باپ کے ساتھ یہاں آئے تھے - ہر دیال بھی بہت اچھی طرح اُنہیں جانتے تھے - اُن کے اچانک اِس طرح آ پہنچنے سے وہ کچھ حیران ہوئے - چندر ناتھ کے لئے اُوپر کے حصے میں ایک کمرہ مخصوص ہو گیا - کہ وہ جب تک چاہیں - تب تک اُس میں رہیں -

اِس کمرے میں اندر کی طرف ایک جنگلہ لگا تھا - جس میں رسوئی گھر کا کچھ حصہ دکھائی دیتا تھا - چندر ناتھ اکثر اشتیاق کے ساتھ اُسی طرف دیکھا کرتے تھے - وہ اشتیاق رسوئی کے سامان پر نہیں تھا - بلکہ انہیں رسوئی بنانے والی کو دیکھنا بہت بھلا معلوم ہوتا تھا - وہ ودھوا خوبصورت تھی - مگر اُس کا چہرہ گویا دُکھ کی آگ سے جُھلس گیا تھا - جوبن ہے یا چلا گیا - اِس کا بھی کچھ پتہ نہیں لگتا تھا - وہ چُپ چاپ اپنا کام کئے جاتی تھی - ساتھ ہی ایک دس سالہ لڑکی رسوئی کا سامان اکٹھا کرنے میں مدد دیا کرتی تھی - چندر ناتھ نہ پھرنے والی نگاہوں سے یہی دیکھا کرتے -

پہلے کچھ دنوں تک وہ چندر ناتھ کے سامنے نہیں آئی - بھوجن پروس کر ایک طرف ہٹ جاتی - پر پھر آہستہ آہستہ سامنے آنے لگی - ایک تو چندر ناتھ عمر میں اُس سے چھوٹے تھے - دوسرے بہت دنوں تک ایک ہی جگہ رہنے سے یگانگت بھی آجاتی ہے - اِس لئے اب وہ چندر ناتھ کو بھوجن کرانے کے لئے پاس آ بیٹھتی تھی اور

ماتا کے سمان کوشش سے بھوجن کراتی تھی۔

چندر ناتھ کو اپنی ماتا کی باتیں یاد نہیں تھیں۔ ماں سے محروم چندر ناتھ ہمیشہ باپ کے ہی پاس پرورش ہوئے تھے۔ اس پر شک نہیں کہ باپ نے ماں کی جگہ بہت کچھ پُر کر رکھی تھی۔ لیکن اس طرح کی ملائم محبت وہاں نہیں تھی۔

باپ کی موت سے چندر ناتھ کے کلیجے میں جو حصہ خالی ہو گیا تھا اب صرف وہی نہیں بھرنے لگا۔ بلکہ ایک ہو بہو محبت مادری کی مٹھاس انہیں شرابور کر ڈالنے لگی۔

ایک دن چندر ناتھ نے ہر دیال سے پوچھا۔ میں تو جانتا تھا کہ آپ کا اپنا کوئی سمبندھی یا رشتہ دار نہیں ہے۔ مگر یہ کون ہیں؟

ہر دیال نے کہا۔ "یہ براہمنی ہے۔"

"آپ کی کوئی رشتہ دار ہے؟"

"کوئی نہیں۔"

"تو پھر اسے کہاں پایا؟"

"وہ بہت لمبی کہانی ہے۔ پر مختصراً یہ ہے کہ کوئی تین برس ہوئے اپنے پتی اور اس لڑکی کو لے کر یہ تیرتھ یاترا کرنے کے لئے آئی تھی۔ کاشی میں پتی کی موت ہو گئی۔ دیش میں کوئی سگا سمبندھی تھا نہیں۔ جس کے پاس چلی جاتی۔ اس کے بعد تو تم دیکھ ہی رہے ہو۔"

"آپ نے پایا کس طرح؟"

"یہیں گنگا گھاٹ کے پاس بھیک مانگ رہی تھی۔"

چندر ناتھ نے تھوڑی دیر تک کچھ سوچ کر پوچھا۔

"کیا آپ کو معلوم ہے کہ اس کا گھر کہاں ہے؟"

"ٹھیک تو نہیں کہہ سکتا۔ مگر اتنا معلوم ہے کہ نودویپ کے پاس کے کسی گاؤں میں ہے"

(۲)

اس کے دو دن بعد بھوجن کرتے وقت چندر ناتھ نے براہمنی کے مکھ کی طرف دیکھ کر پوچھا "آپ کون ہیں؟"

براہمنی کے چہرے کا رنگ پھیکا پڑ گیا۔ وہ سمجھ گئی کہ یہ سوال کس لئے کیا گیا ہے۔ وہ اس طرح جھٹ پٹ اُٹھ کھڑی ہوئی۔ کہ گویا اُس نے کچھ سُنا ہی نہیں۔ اور بولی۔ جاؤں۔ دودھ لے آؤں۔

دودھ لانے کی کوئی ایسی جلدی نہیں تھی۔ کچھ سوچنے کے لئے ہی وہ رسوئی گھر میں چلی آئی۔ وہاں لڑکی سریو ایک برتن سے دوسرے برتن میں دودھ انڈیل رہی تھی۔ ماتا کے اُترے ہوئے چہرے کی طرف اُس کا دھیان نہیں گیا۔ ماتا نے ایک بار کنیا کے مکھ کی طرف دیکھا۔ اور دودھ کا کٹورہ ہاتھ میں لے کر ایک لمبی سانس کھینچتے ہوئے من ہی من میں کہا۔

ہے دین دکھیوں کے پروردگار! ہے انتریامی۔ تم مجھے معاف کرنا۔ اس کے بعد اُس نے دودھ کا کٹورہ لاکر سامنے رکھ دیا۔ اور پاس بیٹھ گئی۔ چندر ناتھ نے پھر وہی سوال کیا۔

اب چندر ناتھ نے ایک ایک کر کے سب باتیں جان لیں۔ تب آخر میں پوچھا۔ آپ اپنے گھر کیوں نہیں چلی گئیں؟ کیا وہاں کوئی نہیں ہے؟"

"ایسا کوئی نہیں جو مٹھی بھر انّ کھانے کو دے۔"

کچھ دیر تک چندر ناتھ سر جھکا کر کچھ سوچتے رہے۔ پھر انہوں نے پوچھا "یہ کنیا ہے۔ اس کا بیاہ آپ کیسے کریں گی؟"

براہمنی نے لمبی سانس کھینچتے ہوئے آہستہ سے کہا۔

"وشویشور جانیں"۔

چندر ناتھ تب تک بھوجن کر چکے تھے۔ انہوں نے سر اٹھا کر کہا۔ "میں نے تو ابھی آپ کی لڑکی کو اچھی طرح دیکھا نہیں۔ مگر ہر دیال کہتے ہیں کہ بہت ہی سنجیدہ۔ متین اور مہذب ہے۔ دیکھنے میں خوبصورت تو ہے نہ؟"

براہمنی نے کچھ ہنستے ہوئے کہا۔ میں ماں ٹھہری۔ اور ماں کی آنکھوں کا کوئی اعتبار نہیں۔ تو بھی جان پڑتا ہے کہ سریو بری نہیں ہے۔ من ہی من میں کہا۔ کاشی میں اتنے لوگ آتے جاتے ہیں۔ پر ایسا روپ تو میں نے کسی میں نہیں دیکھا۔

اس کے تین چار دن بعد ایک دن علی الصبح چندر ناتھ نے سریو کو بہت اچھی طرح دیکھ لیا۔ ایسا جان پڑا۔ کہ ایسی خوبصورتی دنیا میں نایاب ہے۔ سریو رسوئی گھر میں بیٹھی ہوئی ترکاری چیر رہی تھی۔ اور کوئی وہاں تھا نہیں۔ ماں گنگا اشنان کرنے گئی تھی۔ اور ہر دیال روزانہ معمول کے مطابق یاتریوں کی تلاش میں باہر نکل گئے تھے۔

چندر ناتھ اس کے پاس جا کھڑے ہوئے۔ اور بولے "سریو"۔

سریو چونک پڑی اور جھینپ کر بولی۔ "جی"۔

"تمہیں رسوئی کرنا آتا ہے؟"

"سریو نے سر جھکا کر کہا۔ ہاں"۔

"کیا کیا پکانا سیکھا ہے؟"

سریو نے کوئی جواب نہیں دیا۔ کیونکہ جواب دینے سے اور بھی بہت سی باتیں کہنی پڑتی تھیں۔

چندر ناتھ اُس کے من کا بھاؤ سمجھ گئے۔ اِس لئے اُنہوں نے دوسری بات پوچھی۔

"تم اور تمہاری ماں دونو ہی یہاں کام کرتی ہو؟"

سریو نے سر جھکا کر کہا "ہاں"۔

"تمہیں کتنا مہینہ ملتا ہے؟"

"مہینہ صرف ماں کو ملتا ہے۔ مجھے نہیں ملتا۔ مجھے صرف کھانے کو ملتا ہے"۔

"تم صرف بھوجن پر ہی کام کرتی ہو؟"

سریو چپ ہو رہی۔

چندر ناتھ نے کہا۔ سمجھو کہ اگر میں تمہیں کھانے کو دوں۔ تو تم میرا بھی کام کرو گی؟ سریو۔

سریو نے دھیرے سے کہا۔ ماں سے پوچھوں گی"۔

"ہاں۔ ضرور پوچھنا"۔

اُسی دن چندر ناتھ نے ہردیال گھوشال سے دو چار باتیں پوچھ کر اپنے کماشتہ کو اِس طرح خط لکھا۔

"میں آج کل کاشی میں ہوں۔ میں نے فیصلہ کیا ہے کہ یہیں میں ایک مہینے کے اندر اپنا بیاہ کروں گا۔ ماموں جی سے یہ بات کہہ دو۔ اور کچھ روپے۔ کچھ زیور اور کچھ دوسری ضروری اشیاء لیکر تم جلدی یہاں آ جاؤ"۔

اُسی مہینے میں سریو کے ساتھ چندر ناتھ کا بیاہ ہو گیا۔ بیاہ ہو چکنے پر جب گھر جانے کا وقت آیا۔ سریو نے رو کر کہا۔ ماں کا کیا ہو گا؟
"کیوں۔ ہم لوگوں کے ساتھ چلینگی؟"
یہ بات براہمنی کے کانوں تک بھی پہنچی۔ اُس نے اپنی کنیا سریو کو تنہائی میں بلا کر کہا۔ سریو۔ تم وہاں جا کر۔ بیچ بیچ میں مجھے یاد تو کرتی رہنا۔ پر منہ سے کبھی میرا نام نہ لینا۔ میں جب تک جیوں گی تب تک کاشی چھوڑ کر کہیں نہ جاؤں گی۔ ہاں۔ اگر پھر کبھی تمہارا ادھر آنا ہوا۔ تو ملاقات ہو جائے گی"
سریو رونے لگی۔
ماتا نے آنچل سے لڑکی کا منہ پونچھتے ہوئے اور اُسے رونے سے منع کرتے ہوئے سنجیدگی سے کہا۔ بیٹی! سب باتیں جانتے بوجھتے ہوئے کہیں اِس طرح رونا ہوتا ہے۔
کنیا نے ماں کی گود میں منہ چھپا کر روتے ہوئے کہا۔ ماں"
ماتا نے کہا۔ جب ماتا کے لئے ماتا کو بھلا دیا جائے۔ تبھی تو پوری ماترِی بھگتی ہوگی بیٹی۔
چندر ناتھ کے اِصرار کرنے پر بھی براہمنی نے یہی بات کہی۔ کہ میں کاشی چھوڑ کر اور کہیں نہ جا سکوں گی"
چندر ناتھ نے ارادے کو مضبوط کرتے ہوئے کہا" اگر آپ کی اور کہیں جانے کی بالکل ہی مرضی نہیں۔ تو آپ کاشی میں ہی رہیں۔ مگر کم از کم آزاد ہو کر تو رہیں۔
مگر براہمنی نے اِس بات کو بھی نامنظور کرتے ہوئے کہا۔

"ہردیال جی مجھے لڑکی کی طرح مانتے ہیں۔ انہوں نے بہت ہی دُکھ کے وقت مجھے پناہ دی ہے۔ میں بھی اُن پر پتا کی طرح عقیدت بھگتی رکھتی ہوں۔ میں اُنہیں کسی طرح نہیں چھوڑ سکتی۔"

چندر ناتھ نے سمجھ لیا کہ اِس دُکھیا میں بھی کچھ غیرت کا احساس ہے۔ اپنی مرضی سے یہ کسی کی محتاج نہ ہوگی۔ اس لئے وہ صرف سرلو کو ہی ساتھ لے کر اپنے گھر لوٹ آئے۔

یہاں آنے پر سرلو نے دیکھا کہ بہت لمبا چوڑا مکان ہے۔ نہ جانے کتنا ساج سامان اور کتنا مال اسباب ہے۔ اُس کے تعجب کا ٹھکانہ نہ رہا۔ اُس نے من ہی من میں سوچا۔ اِنہوں نے مجھ پر کتنی مہربانی کتنا رحم کیا ہے۔

چندر ناتھ نے نوخیز دلہن سے ادب کے ساتھ پوچھا۔ "گھر باہر سب دیکھ لیا نہ؟ پسند آیا؟"

سرلو نے بہت ہی خوش ہو کر آنچل سے منہ چھپا لیا۔ اور سر جھکا لیا۔ چندر ناتھ اپنی عورت کے من کا بھاؤ نہیں جاننا چاہتے تھے۔ اُس کے گلے کی آواز سننا چاہتے تھے۔ اُنہوں نے دونوں ہاتھوں سے سرلو کا مکھ اوپر اُٹھا کر پوچھا۔ "بتلاؤ۔ پسند آیا؟"

حیا کی وجہ سے سرلو کا چہرہ لال ہو گیا۔ سوامی کے بار بار پوچھنے پر اُس نے کسی پرکار کہہ ڈالا۔ سب تمہارا ہی ہے؟

چندر ناتھ نے ہنس کر اُسی کی بات کو دہراتے ہوئے کہا۔ ہاں۔ سب تمہارا ہی ہے۔

اِس کے بعد کچھ دن یُوں ہی بیت گئے۔ اب سرئیو بڑی ہو گئی ہے۔ اُس نے خاوند کی بہت کچھ خدمت کرنا سیکھ لیا ہے۔ چندر ناتھ سمجھتے ہیں۔ کہ ہمارے کچھ کہنے سے پہلے ہی سریو ہمارے من کی بات سمجھ لیتی ہے۔ مگر اگر وہ صرف لونڈی ہی ہوتی۔ تو چندر ناتھ ساری دنیا میں ڈھونڈنے سے بھی ایسی اور دوسری لونڈی نہ پا سکتے۔ مگر صرف لونڈی حاصل کرنے کے لئے ہی کوئی بیاہ نہیں کرتا۔ بیوی سے اور بھی کسی بات کی امید رکھی جاتی ہے۔ معلوم ہوتا ہے کہ لونڈی کے برتاؤ کے ساتھ عورت کا برتاؤ مکمل طور پر نہ ملنا ہی بہتر ہے۔ سریو کا برتاؤ بہت ہی میٹھا اور دلکش تھا۔ لیکن وہ ازدواجی زندگی کا جو پُر لطف اور مکمل سُکھ ہے۔ اُسے کسی طرح بھی مطمئن نہ کر سکا۔ اِسی لئے ملنے میں اتنا آداب و پیار ہونے پر بھی دونوں کے درمیان میں ایک طرح کی دُوری، ایک قسم کا فرق کسی طرح سے ہٹنا ہی نہیں چاہا۔ ایک دن اُنہوں نے سرئیو سے اچانک کہا۔ "تم اتنی ڈرتی کیوں رہتی ہو؟ کیا میں کوئی بُرا سلوک کرتا ہوں؟"

سریو نے من ہی من میں کہا۔ کہ کیا اِس بات کا جواب تم نہیں جانتے؟ اِس کے بعد سوچا کہ تم دیوتا ہو، مہان ہو اور میں قابل نفرت ہوں۔ تم پرورش کنندہ ہو۔ میں تمہاری پناہ گیر ہوں۔ تم سخی ہو اور میں بھکارنی ہوں۔

سرئیو کا دل ممنونیت سے بھرپور تھا۔ اِسی لئے اُس کا پریم سر نہیں اُٹھا سکتا تھا۔ وہ بھر بیکراں کی مانند چُپ چاپ آہستہ آہستہ دل کے سب سے اندر کے حصے میں بہتا رہتا تھا۔ تلاطم میں نہیں ہو سکتا تھا۔ بس۔ اُسی طرح ایک ہی بہاؤ سے بہتا تھا۔ مگر چندر ناتھ کو اُس کا پتہ

نہیں لگا۔ جس طرح کوئی بہت بڑا بدقسمت اپنی زندگی میں بھگوان کو تلاش کرنے پر بھی نہیں پاتا۔ اُسی طرح چندر ناتھ نے سرجو کے دل کا وہ پریم بھی نہ دیکھ پایا۔ لیکن جب شمع کی منور تجلی میں اچانک دیکھا کہ سرجو کی کنول جیسی بڑی بڑی آنکھوں میں پانی بھر آیا ہے۔ تب اُنہوں نے رنجیدہ ہوکر اُسے یکایک اپنی طرف کھینچ لیا۔ اُنکی چھاتی پہ سرجو کا چہرہ آپڑا۔ کہا۔ نہیں۔ نہیں۔ جانے دو اب اِن سب باتوں کی ضرورت نہیں۔ اور دونو ہاتھوں سے اپنا عورت کا مکھڑا اوپر اُٹھا لیا۔ اپنی بند کی ہوئی آنکھوں پر اُس وقت سرجو نے ایک گرم سانس کا احساس کیا۔

چندر ناتھ نے کہا۔ ذرا ایک دفعہ میری طرف دیکھو۔"

سرجو نے اپنی دونو پلکیں مضطرب انداز سے آپس میں ملا کر زور سے بھینچ لیں۔ اُس سے دیکھا نہیں گیا۔

کچھ دیر بعد چندر ناتھ نے لمبی سانس لے کر کہا۔

سرجو! تمہیں بہت ڈر لگتا ہے۔ اِسی لئے تم میری طرف نہیں دیکھ سکیں۔ لیکن اگر تم دیکھ سکتیں۔ تو بہت اچھا ہوتا۔ اچھا ایک کام کرو۔ جب میں سو رہا ہوں تب اچھی طرح دیکھ لینا۔ اس میں تمہیں ڈرنے کی کوئی چیز نہیں ملیگی۔ تم تو میری چھاتی پر سر رکھے ہو۔ کیا اس کے اندر کی بات تمہیں سنائی نہیں دیتی۔ سرجو مجھے اسی لئے دکھ ہوتا ہے کہ تم نے ابھی تک مجھے سمجھا نہیں۔"

مگر سرجو بات نہ کر سکی۔ اُس نے من ہی من میں سوامی کے چرنوں میں پرنام کرکے کہا۔ میں پناہ گیر خادمہ ہوں۔ خادمہ کو

ہمیشہ خادمہ کی طرح ہی رہنے دینا۔

(۴)

چندر ناتھ کی ماں ہرکالی کو اب ذرا بھی سُکھ نہیں رہا۔ ایشور نے اُسے ایسی ہی دُردشا میں پٹک دیا۔ کچھ لوگوں کو یہ سنسار کانٹوں سے بھرے ہوئے جنگل کی طرح جان پڑتا ہے۔ اور انہیں اُس میں سے اپنے لئے۔ ایک مارگ ڈھونڈنا پڑتا ہے۔ کسی کو تو راہ مل جاتی ہے۔ اور کسی کو نہیں ملتی۔ ہرکالی بھی بہت دنوں سے اس سنسار روپی جنگل میں اپنے لئے کوئی مختصر سا راستہ ڈھونڈھ رہی تھی۔ چندر ناتھ کے پتا کی موت سے اُسے ایک اچھا راستہ مل بھی گیا تھا۔ لیکن اس اچانک شادی۔ بہو سرجو اور چندر ناتھ کے بہت زیادہ بیوی۔ پیار نے اُس سیدھی راہ پر پتھر رکھ کر اُسے کچل دیا۔ ہرکالی کی پانچ سال کی بھانجی باپ کے گھر میں بڑی ہو کر اب دس سال کی ہو چکی تھی۔ مگر اب تو اس بات کو جانے ہی دینا چاہیئے۔ انہی سب وجوہات سے ہم کہہ رہے تھے۔ کہ ہرکالی کے دل کی سُکھ شانتی ختم ہو گئی۔

ضرور اب بھی ہرکالی ہی گھر کی مالکہ ہے۔ اور اُس کا ہی مالک۔ سب باتیں پہلے کے ہی سامان ہیں۔ اب بھی سرجو اُسی کا منہ تکتی رہتی ہے۔ کسی پرکار کا غرور اور ناتسلی ظاہر نہیں کرتی۔ دیکھنے میں ہی جان پڑتا ہے۔ کہ اس کنبے میں وہ ایک بہت ہی معمولی جاندار ہے۔ اگرچہ اس کنبے میں اُس کا بھی کچھ دعویٰ۔ کچھ حق ہے۔ مگر اُس کی بنیاد مانو دوسروں کی رحمدلی پر ہی ہے۔ ہرکالی کا ہی

اُسے ذرا سا دیکھتے ہی خوش ہو جاتا ہے۔ اور کہنا چاہتا ہے ہماری بہو تو گویا۔ بس ہرکالی لال لال آنکھیں کر کے اور ڈانٹ کر کہہ بیٹھتی ہے۔ بس۔ بس۔ رہنے دو۔ چُپ رہو۔ جو بات سمجھ میں نہ آوے اُس میں دخل مت دیا کرو۔ اگر تمہارے حوالے کرنے کے بدلے ماں باپ مجھے ہاتھ پیر باندھ کر پانی میں پھینک دیتے۔ تو اچھا ہوتا۔

بس برج کشور اپنا سا منہ لے کر اُٹھ جاتے ہیں۔

ہرکالی کی عمر تیس برس کے قریب پہنچ چکی ہے۔ مگر سریُو ابھی تک پورے پندرہ برس کی بھی نہیں ہے۔ مگر جب سے وہ آئی ہے تب سے دونوں میں گویا دل ہی دل میں جنگ ہو رہی ہے۔ دل و جان سے کوشش کرنے پر بھی ہرکالی فتح حاصل نہیں کر سکتی۔ ایک ذرا سی لڑکی کی اتنی زیادہ طاقت دیکھ کر۔ ہرکالی لاجواب ہو گئی ہے۔ باہر والے یہ نہیں جانتے کہ اس خانہ جنگی میں سریُو فتحیاب ہو چکی ہے۔ مگر وہ اُس فتح کی ڈگری کو جاری نہیں کراتی۔ اُس نے اپنی ڈگری آپ ہی تمادی کر کے جیتا ہُوا حصّہ خود ہی اُسے واپس لوٹا دیا ہے۔ اور یہی ہرکالی کی پوری پوری ہار ہوئی ہے۔

ہرکالی جانتی ہے۔ کہ سریُو گونگی نہیں ہے۔ پاگل بھی نہیں ہے۔ بہت سی سخت سخت باتوں کا بھی وہ سر جھکا کر اور خاموش رہ کر ایسا جواب دے سکتی ہے کہ ہرکالی ہمیشہ کے لئے خاموش ہو جاتی ہے۔ لیکن نہ تو وہ اُس لڑکی سے صلح کر سکی۔ اور نہ اُسے اپنی ہی بنا سکی۔ سریُو اگر جھگڑالو یا زبان دراز ہوتی۔ خود غرض یا بے درد ہوتی۔ حاسد

یا مغرور ہوتی - تو بہت ممکن ہے - ہرکالی اپنے لئے کوئی نہ کوئی راستہ ڈھونڈ نکالتی - لیکن سرپُو نے اُسے اپنے پاس سے اتنی زیادہ مہربانگی دے رکھی ہے - کہ ہرکالی کو دوسروں سے اپنے واسطے رحم کی بھیک مانگنے کا موقع ہی نہیں ملتا - سرپُو اپنے من میں یہ بات بہت اچھی طرح سمجھتی ہے - کہ اِس گھر کی میں ہی پُوری پُوری مالکہ ہوں - ہرکالی کوئی نہیں ہے - اِسی لئے وہ اوپر سے دیکھنے میں آپ ہی کوئی نہیں ہو گئی ہے - اور ہرکالی کو ہی اُس نے سب کچھ بنا دیا ہے - اِس سے ہرکالی اور بھی حسد کی آگ میں جلی مرتی ہے -

سرپُو نے صرف ایک ہی جگہ پورے طور سے اپنے لئے رکھ چھوڑی ہے اور اُس جگہ میں ہرکالی کسی طرح داخل نہیں ہو سکتی - اپنے مالک کے چاروں طرف اُس نے ایک ایسی باریک لکیر کھینچ رکھی ہے - کہ اُس کے اندر داخل ہوئے بغیر چندرناتھ کے جسم کا کنارہ بھی نہیں چھُوا جا سکتا - اُس لکیر کے باہر ہرکالی چاہے جو کرے - مگر اُسے اندر جانے کا حق نہیں ہے - عقل مند ہرکالی اچھی طرح سمجھ رہی ہے - کہ اِس ذرا سی لڑکی نے کسی مایا - منتر کے زور سے میرے ناخنوں اور دانتوں کا سارا زہر دُور کر دیا ہے -

اِسی طرح لمبے چھ سال گذر گئے - سرپُو گیارہ برس کی عمر میں اپنے خاوند کے گھر آئی تھی - اب وہ سترہ برس کی ہو گئی -

(۵)

عمر کے لحاظ کی جیسی جانکاری آدمیوں میں ہے - ویسی عورتوں میں نہیں ہے - آدمیوں میں عمر کے بہت سے لحاظ ہیں - جیسے دس - بیس -

تیس - چالیس - پچاس - ساٹھ وغیرہ - تیس سال کی عمر کا ایک جوان بیس سال کی عمر والے کسی دوسرے جوان کی طرف خوب ساحرانہ انداز سے دیکھ سکتا ہے - لیکن عورتوں میں یہ بات نہیں ہے - جب تک عورتوں کی شادی نہیں ہوتی - تب تک وہ اپنی بڑی بہین - بھاوج - ماں - بُوأ - اور دادی کے پاس چھوٹوں کی طرح رہ کر تھوڑی بہت امیدواری کرتی ہیں - عورت کی زندگی میں جو کچھ باتیں سیکھنے کی ہوتی ہیں - وہ سب سیکھ لیتی ہیں - اور پھر اس کے بعد وہ ایک دم سے سب سے اُونچے درجے پر جا بیٹھتی ہیں - اُس وقت سولہ سال سے لے کر چھپن سال تک کی سبھی عورتیں گویا برابر عمر والی ہو جاتی ہیں - جگہ جگہ کے فرق کی وجہ سے ضرور اِس قاعدے میں بہت ہی معمولی فرق دکھائی دیتا ہے - لیکن زیادہ تر خاص موقعوں پر اِس میں کوئی غیر سلسلہ نہیں آتا - کم از کم چندر ناتھ کے گاؤں کی - رشتے کی دادی ہری بالا کے جیون میں ایسا ہی دیکھا جاتا ہے -

ایک دن دوپہر کے وقت سریو اپنے گھر کے مغرب کا جنگلہ کھول کر چُپ چاپ کھڑی ہوئی آکاش کی طرف دیکھ رہی تھی - ہری بالا ایک تھالی میں کچھ مٹھائی اور ہاتھ میں جُوہی کا ایک بڑا گجرا لئے ہوئے یکایک اُس کے پاس آ کھڑی ہوئی - اُس نے وہ گجرا سریو کو پہنا کر کہا - آج سے تم میری سہیلی ہوئیں - ایک بار مجھے سکھی کہو -

سریو مصیبت میں پڑ گئی - پھر بھی اُس نے مسکرا کر کہا - اچھا - خالی - اچھا - کہنے سے کام نہیں چلیگا - تمہیں مجھے سکھی کہنا پڑیگا - چاہے اِسے آدر کہو چاہے اِسے نزاکت کہو - مگر سریو کی زندگی

میں اِس سے پہلے آج تک کبھی ایسا کوئی واقعہ نہیں ہوُا تھا۔ اِسی لئے وہ اِس اچانک یگانگت کو اپنے من کے ساتھ ملا نہ سکی۔ عمر میں اپنی دادی کی عمر کی عورت کو گلے لگا کر۔ سکھی کہنے میں اُسے شرم آنے لگی۔ مگر ہری بالا نے چھوڑا ہی نہیں۔ یہ بات ہری بالا کی عقل سے بالکل باہر تھی کہ اِس میں کسی طرح کا نرالا پن یا غیر طبعی پن بھی ہو سکتا ہے۔ اِسی لئے جب اُس نے دیکھا۔ کہ سریُو کے مُکھ سے اِس خطابِ اُلفت سے دیر ہو رہی ہے تب اُس نے سنجیدگی سے کچھ آزردہ ہو کر کہا۔ اچھا۔ تو پھر تم میرا گجرا لَوٹا دو۔ مَیں اور کسی کے پاس جاؤں۔

سریُو جھنجلائی تو سہی مگر اُس کے بشرہ پر ملال ظاہر نہ ہوُا۔ اُس نے کچھ مسکرا کر۔ شیریں آواز میں کہا۔ کیا سکھی کی تلاش میں جاؤ گی؟

ہری بالا نے مشتعل مزاجی سے کہا۔ واہ تم تو خوب بولتی ہو۔ لوگ تو کہتے ہیں کہ بہو بولنا ہی نہیں جانتی؟

سریُو ہنسنے لگی۔

ہری بالا نے کہا۔ اچھا تو سنو۔ اِس گاؤں میں تمہاری ایک بھی سکھی نہیں ہے۔ یہ مَیں جانتی ہوں کہ کچھ تو بڑے آدمی کا گھر سمجھ کر اور کچھ تمہاری ماما کی شیریں کلامی کی خوبی سے۔ کوئی تمہارے پاس نہیں آتا۔ پر اب میں آیا کروں گی۔ مگر تم سے میرا ایک تعلق یا ناطہ ہوئے بغیر کام نہیں چل سکتا۔ اِسی لئے آج تمہیں سکھی بنایا ہے۔ مَیں بوڑھی تو ضرور ہو گئی ہوں۔ مگر صرف ہر نیام کی مالا جپ کر مجھ سے سارا دن نہیں بتایا جاتا۔ اب مَیں تمہارے ہاں ہمیشہ آیا کرونگی۔

سریُو نے کہا۔ ہاں ہمیشہ آئیے گا۔

ہری بالا نے چڑ کر کہا ۔ آئیگا کیا؟ کہہ کہ سکھی تُو سدا آیا کر ۔
بتا تجھ سے کہا جائیگا یا نہیں ۔

سرجو ہنس پڑی اور بولی ۔ معاف کرو دادی جی ۔ گلے پر چھری
پھیرنے سے بھی یہ مجھ سے نہ ہوگا ۔

ہری بالا نے بھی ہنس کر کہا ۔ اچھا ۔ تو نہیں کہا جاتا ۔ ورنہ سہی ۔
پر تم کو تو کہنا ہی پڑیگا ۔ اچھا کہو ۔ سکھی تم ہمیشہ آیا کرو ۔

سرجو نے سر جھکا کر شرمندگی سے ہنستے ہوئے کہا ۔

”سکھی تم ہمیشہ آیا کرو“

اب گویا ہری بالا کی بہت بڑی چنتا دور ہو گئی ۔ اُس نے کہا ۔
ہاں میں سدا آیا کروں گی ۔

دوسرے ہی دن سے ہری بالا اکثر ہمیشہ ہی سرجو کے پاس آنے لگی ۔
دن میں سو کام چھوڑ کر بھی ایک بار آ کر حاضری دے جایا کرتی تھی سہیلیوں
کے تعلقات دن بدن مضبوط ہونے لگے ۔ موقع پا کر سرجو بھی یہ بات
بھول گئی کہ ہری بالا اُس کی ہم عمر نہیں ہے ۔ یا اُس کے گلے لگ کر
ملنا جلنا بہت بھلا معلوم نہیں پڑتا ۔

یہ تو نہیں کہا جا سکتا کہ ان دونوں کی اتنی زیادہ ایکتا ہر کالی
کو کیسے لگتی تھی ۔ مگر ہاں ۔ چندر ناتھ کو بہت اچھی لگتی تھی ۔ اِس بارے
میں اپنی عورت کے ساتھ اُن کی اکثر باتیں ہوا کرتی تھیں ۔ دادی جی
کے اِس اچانک اور اُن کی نگاہ میں بہت کچھ غیر طبعی میل جول میں انہیں
بہت لطف محسوس ہوتا تھا ۔ ایک اور بھی سبب تھا ۔ چندر ناتھ اپنی
عورت کو بہت چاہتے تھے ۔ سارے دل سے نہ ہونے پر بھی اُن میں

محبت کی [illegible] نہیں تھی - وہ دل ہی دل میں سوچتے تھے - کہ سب کے نصیب میں ایک [illegible] ہی عورت نہیں ہوتی - کسی کی لونڈی ہوتی ہے - کسی کی دوست ہوتی ہے، اور کسی کی آقا ہوتی ہے - اگر میرے نصیب سے ایک فرشتہ سیرت نیک با[illegible] پاک دامن اور محبت سے لبریز دل والی لونڈی ملی ہے - تو دُکھی ہونے سے کیا فائدہ؟ اس کے علاوہ ایک اور بات بھی اکثر اُن کے من میں آیا کرتی تھی - وہ تھی سرجو کے گزرے ہوئے ایام کی دکھ بھری داستان - اُس کا بچپن بڑے ہی دُکھ میں بیتا تھا - ممکن تھا کہ اس دُکھیا کا سارا جیون ہی دُکھ میں گزرتا - یا اب تک یہ کسی بدنصیب بدمعاش کے ہاتھوں پڑ کر آنکھوں سے آنسو بہایا کرتی - یا لونڈی بن کر اپنی زندگی گزارتی - اور اُس حالت میں طرح طرح کی مصیبتیں برداشت کرتی - تب اِتنا زیادہ جوبن اور خوبصورتی ہونے سے دوزخ کا دروازہ بھی اِس کے لئے کچھ دُور نہ ہوتا - اگر ایسا ہوتا تو؟

جونہی یہ بات چندرناتھ کے من میں آتی - توں ہی وہ سنجیدہ مہربانی سے سرجو کا بانکا چہرہ اوپر اُٹھا کر پوچھا کرتے -

"اچھا سرجو - بتلاؤ یہ تو بتاؤ - کہ اگر میں تمہیں دیکھ نہ پاتا، تمہارے ساتھ شادی نہ کرتا - تو اِتنے دنوں تک تم کس کے پاس رہتیں"؟

سرجو اِس بات کا کوئی جواب نہ دیتی - خوف زدہ ہو کر کھسک کر اپنے سوامی کی چھاتی سے لگ جاتی - چندرناتھ محبت سے اُس کے ماتھے پر ہاتھ رکھتے - گویا اُسے حوصلہ دلاتے ہوئے من ہی من میں کہتے - نہیں - تمہیں ڈر کس بات کا ہے -

سرجو کھسک کر اور بھی چمٹ جاتی - سچ مچ ہی اِس طرح کی باتوں

سے وہ بہت ہی خوف زدہ ہو جاتی - چندر ناتھ بھی شاید یہ بات سمجھ کر اُسے کھینچ کر چھاتی سے لگا لیتے - اور کہتے - نہیں سریو - یہ بات نہیں ہے۔ سمجھ میں نہیں آتا کہ تم نے ایک دُکھی کے گھر جاکر کیوں جنم لیا - مگر اِس میں شک نہیں کہ تم ہی میری کئی جنموں کی پتی برتا - بیوی ہو - تم سنسار بھر میں چاہے جس جگہ ہوتی - مجھے کھینچ کر تمہارے پاس جانا ہی پڑتا - سریوا تمہاری کشش سے ہی میں کاشی گیا تھا -

اس وقت چندر ناتھ کے دل میں جن جذبات کا چشمہ پھوٹ نکلتا تھا - جان پڑتا ہے - کہ سریو کے تمام موہ - پریم - خدمت اور عقیدت ایک ساتھ ملا دینے پر بھی اُن کی اُس سے برابری نہیں ہو سکتی - لیکن اتنا ہونے پر بھی کسی دُکھی پر رحم اور بخشش کرنے سے جو ابھمان جو فخر ہوتا ہے - سریو کے ساتھ شادی کرتے وقت اُسی ابھمان اُسی فخر نے ایک دن رُوحانی عطیے کی شکل اختیار کر چندر ناتھ کے دل میں جو خاموش بسیرا کیا تھا - سینکڑوں کوششوں کے باوجود بھی وہ اُس کو اپنے دل سے نہ اکھاڑ سکے - دل کے کسی نا معلوم اور اندھیرے گوشے میں وہ جذبہ پڑا ہی رہ گیا - اِسی لئے جونہی وہ جذبہ سر اُٹھا کر اُٹھنا چاہتا ہے تونہی چندر ناتھ سریو کو کھینچ کر زور سے اپنی چھاتی سے لگا لیتے ہیں - اور بار بار کہتے ہیں :-

"سریو! مجھے اِس بات کا بہت ہی تعجب ہوتا ہے - کہ جسے تم اِتنے دنوں سے برابر دیکھتی چلی آتی ہو - آج بھی اُسے پہچاننے میں تمہیں دیر کیوں ہو رہی ہے - میں نے تو کاشی میں دیکھتے ہی پہچان لیا تھا - کہ تم میری ہو - کتنے ہی یُگوں - کتنے ہی کلپوں - کتنے ہی جنموں سے تم

میری ہو۔ کیا جانے کیوں ہم لوگ الگ ہو گئے تھے۔ پر اب پھر مل کر ایک ہونے کے لئے آئے ہیں۔

سریو اُن کی گود میں مُنہ چھپا کر کوئل کی سی آواز سے کہتی۔ "کِس نے کہا کہ مَیں تمہیں پہچان نہیں سکی؟"

از حد اشتیاق کے سبب چندر ناتھ سریُو کے با حیا چہرے کو اُٹھا کر اپنے چہرے کے سامنے لا کر کہتے۔ پہچان سکی ہو؟ تو پھر کیوں اتنی ڈرتی ڈرتی رہتی ہو؟ مَیں تو تمہارے ساتھ کوئی بُرا سلوک بھی نہیں کرتا۔ سریُو! مَیں تو تمہیں خود اپنے آپ سے بھی بڑھ کر چاہتا ہوں۔

سریو پھر اپنے سوامی کی گود میں اپنا سر چھپا لیتی۔ چندر ناتھ اُس سے پھر پوچھتے۔ بتاؤ۔ کیوں ڈرتی ہو؟"

سریُو کے منہ سے جواب نہ نکلتا۔ کیا پتی کو چھو کر وہ یہ جھوٹ بات منہ پر لاتی؟ وہ یہ کیسے کہتی کہ ڈر نہیں لگتا؟ سچ مچ ہی تو اُسے بہت ڈر لگتا تھا۔ اور وہ کتنا اصل اور کتنا بڑا تھا۔ یہ اُسے چھوڑ کر اور کوئی نہ جانتا تھا۔

ہاں ہم کہہ رہے تھے۔ کہ ہری بالا کے آنے سے چندر ناتھ کو آنند ہوتا تھا۔ آنند کی وجہ یہی تھی۔ کہ سریُو کو ایک سہیلی تو مل گئی۔ اُسے ایک ایسا آدمی تو مل گیا۔ جس سے وہ اپنے من کی دو باتیں کہہ سکیگی۔

ایک دن سریُو دوپہر بھر ہری بالا کی راہ دیکھتی ہوئی بیٹھی رہی۔ بادل گھِرے ہوئے تھے۔ اور بونداباندی ہو رہی تھی۔ ہری بالا نہیں آئی۔ سریُو نے سوچا۔ کہ پانی برس رہا ہے۔ اسی لئے نہیں آئی۔ سندھیا ہونے آئی تھی۔ سارا دن اکیلے بیٹھ کر کاٹا تھا۔ ہر کالی بھی آج گھر میں

نہیں تھی ۔ سریو تب کچھ ہمت کر کے آہستہ سے اپنے مالک کے پڑھنے کے کمرے میں جا پہنچی ۔ جب تک کوئی خاص ضرورت نہیں ہوتی تھی ۔ تب تک کوئی اس کمرے میں نہیں آتا تھا ۔ یہاں تک کہ سریو بھی نہیں آتی تھی ۔ چندر ناتھ نے پلنگ پر سے سر اُٹھا کر کہا ۔

" معلوم ہوتا ہے کہ آج تمہاری سہیلی نہیں آئی "

" نہیں " ۔

" تبھی شاید تمہیں میرا دھیان آیا "

سریو کچھ ہنس پڑی ۔ مطلب یہ کہ دھیان تو سدا ہی رہتا ہے ۔ مگر آنے کا حوصلہ نہیں پڑتا ۔

اُس نے کہا ۔ معلوم ہوتا ہے پانی برسنے کی وجہ سے نہیں آسکی ۔

" نہیں یہ بات نہیں ہے ۔ آج کچھ لوگ چچاجی کی چھوٹی لڑکی نرملا کو دیکھنے آئے ہیں ۔ جلد ہی اُس کی شادی ہونے والی ہے ۔ آج اُسی کی تیاری میں دادی جی لگی ہوں گی "

سریو نے کہا ۔ ہاں یہی معلوم ہوتا ہے ۔

کچھ دیر تک خاموش رہنے کے بعد ۔ چندر ناتھ نے کہا ۔

" کیا کہوں ۔ دُکھ ہوتا ہے ۔ کہ ہم لوگ گویا بالکل بیگانے ہو گئے ہیں ۔ ماما کہاں ہیں ؟ "

" معلوم ہوتا ہے کہ وہ بھی آج وہیں گئی ہیں "

چندر ناتھ چُپ ہو کر کچھ سوچنے لگ گئے ۔ سریو پاس پہنچ کر ایک طرف بیٹھ گئی ۔ اور بولی ۔

" بتاؤ نہ ۔ کیا سوچ رہے ہو ؟ "

چندر ناتھ نے ہنسنے کی کوشش کرتے ہوئے سریّو کا ہاتھ کھینچ کر اپنے ہاتھ میں لے لیا۔ اور آہستہ آہستہ کہنا شروع کیا۔ نہیں سریّوا کوئی ایسی بات نہیں ہے۔ میں یہی سوچ رہا ہوں۔ کہ نرملا کا بیاہ ہونے والا ہے۔ چچا جی نے مجھے تو خبر تک نہ کی۔ اور ماموں کو بلا لیا گئے۔ گویا ہم ہی دونو آدمی بیگانے ٹھہرے۔"

چندر ناتھ کی آواز میں کچھ آزردگی تھی۔ سریّو نے اُسے مخاطب کر کے کہا۔

"مجھے اپنے قدموں میں جگہ دے کر تم اور بھی بیگانے ہو گئے ہو۔ نہیں تو شاید اتنے دنوں میں میل ہو گیا ہوتا۔"

چندر ناتھ نے ہنس کر کہا۔ نہیں میل ہونے کی ضرورت نہیں۔ تمہارے بدلے چچا جی سے میل کرنے میں مجھے کوئی خاص سُکھ ہو ایسا تو نہیں معلوم ہوتا۔ ہم اِس طرح ہی بہت اچھے ہیں۔ جس وقت میں نے شادی کی تھی۔ اُس وقت اگر میں چچا جی سے مشورہ لیتا۔ تو امید تو نہیں تھی کہ تمہیں پا سکتا۔ ایک نہ ایک روکاٹ ضرور پڑتی۔ یا تو خاندان کا جھگڑا نکلتا۔ اور یا کوئی اور بکھیڑا اُٹھ کھڑا ہوتا۔ مگر کسی نہ کسی طرح اِس بیاہ میں روکاوٹ ضرور پڑتی۔"

اندر ہی اندر سریّو کانپ اُٹھی۔ اُس وقت سندھیا کی چھایا نے گھر میں اندھیرا کر دیا تھا۔ اِس لئے چندر ناتھ اُس کا چہرہ تو نہیں دیکھ سکے۔ مگر اُس کا جو ہاتھ اُن کے ہاتھ میں تھا۔ وہ کانپ اُٹھا۔ اور اُس نے سریّو کے من کی ساری باتیں چندر ناتھ پر واضح کر دیں۔

چندر ناتھ نے ہنس کر کہا۔ اب تم نے سمجھا کہ میں نے چچا جی سے

جو مشورہ نہیں لیا۔ سو اچھا کیا یا بُرا؟"

کچھ دیر تک خاموش رہنے کے بعد سریُو نے کہا۔

"کیا جانوں۔ مگر تمہیں تو میرے جیسی سینکڑوں ہزاروں لونڈیوں کی بھی کمی نہ رہتی۔"

چندر ناتھ نے سریُو کا نازک ہاتھ دھیرے سے دباتے ہوئے کہا۔

"مَیں یہ نہیں جانتا۔ میرے ایک ہی لونڈی ہے۔ اور اُسی کے نہ ہونے کی بات مَیں سوچ سکتا ہوں۔ سینکڑوں ہزاروں کی بات اچھا ہو تو تم سوچو۔"

دوسرے دن ہری بالا آئی۔ مگر اُس کے بشرے سے کچھ اور ہی طرح کے ڈھنگ تھے۔ اُس نے روزانہ معمول کی طرح زبردستی گلے لگ کر اور "سکھی" کہہ کر نہ سریُو کو تنگ ہی کیا۔ اور نہ کھیلنے کے لئے تاش لانے کی اور بار بار خوشامد کر کے راضی کرنے کی ہی کوشش کی۔ وہ مُرجھائے چہرے سے چُپ چاپ بیٹھی رہی۔

سریُو نے کہا۔ "سکھی۔ کل تم نہیں آئی؟"

"ہاں۔ سکھی کل بہت کام تھا۔ اُس گھر میں نرملا کا بیاہ ہے نہ!"

"ہاں سُنا ہے۔ سب ٹھیک ہو گیا؟"

ہری بالا نے سریُو کے سوال کا جواب نہ دے کر۔ اُس کے منہ کی طرف دیکھتے ہوئے کہا۔ سکھی! ایک بات پُوچھوں؟ ٹھیک ٹھیک بتلاؤ گی؟"

"کون سی بات؟"

"اگر سچ سچ بتلاؤ تو پُوچھوں۔ نہیں تو پوچھنے سے کوئی لابھ نہیں۔"

سریُو کچھ متفکر ہوئی۔ بولی۔ کیوں سچ کیوں نہ بتلاؤنگی؟

بتاؤ سکھی تم میرا اعتبار تو کرتی ہو نہ؟"

"ہاں - کیوں نہیں کرتی -"

"اچھا تو پھر بتاؤ چندر ناتھ تمہیں کتنا پیار کرتے ہیں؟"

سریُو نے کچھ شرمندگی سے کہا۔ "مجھ پر بہت رحم کرتے ہیں۔"

"نہیں رحم کی بات نہیں پوچھتی - تمہیں، خوب، یکبارگی بہت زیادہ پیار کرتے ہیں یا نہیں؟"

سریو ہنس پڑی - بولی - "بھلا یہ مَیں کیونکر جان سکتی ہوں - کہ وہ پیار خوب زیادہ ہے یا نہیں؟"

"سچ مچ ہی نہیں جانتی؟"

"نہیں"

سچ مچ ہی سریُو یہ نہیں جانتی تھی - ہری بالا مانو بڑے سوچ وچار میں پڑ گئی - اُس نے سر ہلا کر کہا -

"بیوی یہ نہیں جانتی کہ خاوند اُسے کتنا زیادہ پیار کرتا ہے - بس یہی مجھے بہت ڈر لگتا ہے۔"

اُس وقت ہری بالا کے چہرے پر جو جذبات تھے - اُن میں ایک پوشیدہ شک چھپا ہُوا تھا - یہ بات سمجھ کر سریُو بھی مشکوک ہو اُٹھی - اُس نے پوچھا -

"کیوں - ڈر کس بات کا ہے؟"

"یہ پھر کسی دن سُن لینا۔"

تھوڑی دیر بعد سریُو کی تھوڈی پر ہاتھ رکھ کر ہری بالا نے نازک انداز سے کہا -

"کیوں سکھی! اتنی خوبصورتی - صفت اور اتنی عقل لے کر بھی کیا اتنے

دنوں تک تم گھاس ہی چھیلتی رہیں؟"
سریُو ہنس پڑی۔

(۶)

تب بھی بات کسی پر ظاہر نہیں ہوئی تھی۔ ہردیال گھوشال کے شُبہ میں ہی پوشیدہ تھی۔ دیکھنے میں بھلے آدمی جیسا۔ مگر پھٹے پُرانے کپڑے پہنے۔ ایک آدمی دو تین دن سے آنے لگا تھا۔ اور براہمنی سلوچنا سے چُپ چاپ کچھ مشورہ کر کے چلا جاتا تھا۔ سلوچنا سمجھتی تھی۔ کہ ہردیال یہ بات نہیں جانتے۔ مگر انہیں یہ بات معلوم ہو گئی تھی۔

آج دوپہر کے وقت ہردیال اور اُن کے چچا کیلاش گھر میں بیٹھے ہوئے شطرنج کھیل رہے تھے۔ اتنے میں اندر صحن میں کچھ شور و غل سنائی پڑا۔ گویا کوئی نازک گلے سے آزردہ ہو کر رحم کی بھیک مانگتا ہے۔ اور دوسرا غضب ناک آواز سے اُس کی بے عزتی کر رہا ہے۔ اور ڈر دکھلا رہا ہے۔

ایک عورت ہے اور دوسرا آدمی۔ ہردیال نے کہا۔" چچا جی! گھر میں یہ کیا بکھیڑا ہو رہا ہے؟"

کیلاش چچا نے کہا۔ دیکھو سنبھالو۔ یہ قسط لگی۔"

تھوڑی دیر تک کچھ سنائی نہیں دیا۔ مگر کچھ ہی پلوں کے بعد پھر شور سنائی دینے لگا۔ یہ دیکھ کر ہردیال اُٹھ کھڑے ہو گئے۔ اور بولے ذرا ٹھہرو۔ میں دیکھ آؤں۔"

چچا کیلاش نے اُن کا دامن پکڑ کر کہا۔" دیکھو تمہاری بازی ہار رہی ہے۔"

ہردیال پھر بیٹھ گئے۔ مگر شور کسی طرح کم نہ ہوا۔ لاچار ہو کر ہردیال پھر اُٹھ کھڑے ہو گئے۔ صحن میں پہنچ کر اُنہوں نے دیکھا۔ کہ سلوچنا دونو ہاتھوں سے اُس آدمی کے پیر پکڑے ہوئے بیٹھی ہے۔ اور وہ برابر زور زور سے کہتا ہے۔

"میری بات مان لو۔ نہیں تو مَیں جو کچھ کہتا ہوں وہی کروں گا"

سلوچنا رو کر کہہ رہی ہے۔

"مجھے معاف کرو۔ تم ایک دفعہ تو میرا ستیاناس کر ہی چکے ہو۔ اب جو کچھ بچ رہا ہے اُسے تو نشٹ نہ کرو"

وہ کہتا ہے "تمہاری لڑکی اتنے بڑے آدمی کے گھر بیاہی گئی ہے۔ تم دو ہزار روپے نہیں دے سکتیں۔ مَیں روپیہ پاتے ہی چلا جاؤنگا"

"تم شرابی اور بدچلن ہو۔ دو ہزار روپے تمہارے ہاتھ میں کتنے دن ٹھہریں گے؟ تم پھر آؤ گے اور پھر روپے مانگو گے۔ چاہے جو ہو مَیں تمہیں روپے نہیں دوں گی"

"مَیں شراب پینا چھوڑ دوں گا۔ روزگار کروں گا۔ اور پھر کبھی تمہارے پاس روپیہ مانگنے نہیں آؤں گا"

سلوچنا نے اس بات کا کوئی جواب نہیں دیا۔ اور زمین پر سر ٹیک کر ہاتھ جوڑ کر کہا۔ "مجھ پر رحم کرو۔ مجھ سے روپے کے لئے سرِ دست اصرار نہیں کیا جائیگا۔

اُن دونوں میں سے کسی نے یہ نہ دیکھا تھا۔ کہ ہردیال آکر پاس ہی کھڑے ہوئے ہیں۔ اسی لئے زور زور سے یہ باتیں ہو رہی تھیں۔ اچانک ہردیال کو دیکھ کر دونو آدمی چونک پڑے۔ ہردیال نے اُس ناواقف آدمی

کے پاس پہنچ کر پوچھا۔

"تم کس کے حکم سے اِس مکان میں آئے ہو؟"

پہلے تو وہ آدمی کچھ دیر تک سٹ پٹایا ہُوا کھڑا رہا۔ مگر جب اُس نے سمجھا کہ میرا یہ کام قانونی نظر سے ٹھیک نہیں ہُوا ہے۔ تب وہ وہاں سے کھسکنے کی تیاری کرنے لگا۔ مگر ہر دیال نے کس کر اُس کا ہاتھ پکڑ لیا۔ اور زور سے چلا کر کہا۔ "بولو۔ کِس کے حکم سے آئے؟"

جب دیکھا کہ اب بھاگنے کا کوئی اُپائے نہیں ہے۔ تب اُس نے کچھ ہمت کر کے کہا۔

"سلوچنا کے پاس آیا ہوں"

اُس کے منہ سے شراب کی تیز بدبُو آ رہی تھی۔ اور اُس کے سارے جسم پر نیچتا اور جفا کاری کی پھٹکار پڑی ہوئی تھی۔ ہر دیال نے نفرت سے ہونٹ چبا کر اُسی طرح تُند آواز میں کہا۔

"مگر کِس کے حکم سے"

وہ بولا۔ "حکم کیسا؟"

اب اُس آدمی کے چہرے کا عنوان بدل گیا۔ اچانک مانو اُسے یاد آ گیا۔ کہ سوال کرنے والے پر میرا بھی زور ہے۔ اور اِس مکان پر میرا بھی کچھ حق ہے۔ اِس طرح کے جواب سے ہر دیال بہت بگڑ کھڑے ہوئے۔ اُنہوں نے پھر چلّا کر کہا۔ "بدمعاش! شرابی۔ جانتا ہے میں تجھے ابھی جیل بھیج سکتا ہوں"

اُس آدمی نے منہ چڑا کر کہا۔

"ہاں ہاں جانتا کیوں نہیں ہوں"

ہردیال اُسے مارنے کے لئے تیار سے ہو گئے۔ بولے۔
"جانتا ہے؟ تو چل ابھی تجھے پولیس میں دیتا ہوں۔"
اُس آدمی نے کچھ ہنس کر اِس طرح کا مطلب واضح کیا۔ کہ گویا پولیس جانے کی اُسے کوئی چنتا نہیں۔ اس طرز سے کہا۔ ابھی لے چلوگے؟
ہردیال نے ایک دھکا دیکر کہا۔ "ہاں ابھی۔"
دھکا سنبھال کر اور سنبھل کر اُس آدمی نے سنجیدگی سے کہا۔
"پنڈا جی! تم ایک دم سے اتنی بہادری مت دکھلاؤ۔ پولیس میں دو۔ چاہے تھانے میں دو۔ مگر ذرا ٹھہر کر دینا۔ تم جانتے ہو کہ مَیں تمہارا بنارس میں رہنا چھڑا سکتا ہوں۔"
ہردیال نے پاگلوں کی طرح چلّا کر کہا۔ "ابے چل۔ مجھے بنارس میں رہتے چالیس برس ہو گئے۔ یہ آیا ہے آج بنارس چھڑانے۔"
ہردیال نے سوچا۔ کہ یہ آدمی مجھے غنڈوں کا خوف دکھلا رہا ہے بہت سے لوگ اِس طرح کی باتوں سے ڈر جایا کرتے ہیں۔ مگر ہردیال بہت دنوں سے کاشی میں رہتے ہیں۔ اُنہیں ایسی باتوں کا ڈر نہیں ہے۔ اِس لئے اُنہوں نے غصّہ سے کہا۔
"آیا ہے ہم سے غنڈہ پن کرنے۔"
"پنڈا جی! یہ غنڈہ پن نہیں ہے۔ تم مجھے پولیس میں لے چلو۔ وہیں چل کر مَیں سب ظاہر کر دوں گا۔"
"کونسی بات ظاہر کرو گے؟"
"جو کچھ مَیں جانتا ہوں۔ جس سے تمہیں بنارس سے بھاگنے کا راستہ نہ ملیگا۔ اور جس سے دیش بھر کے لوگ جان جائیں گے۔ کہ تم جاتی سے

گرے ہوئے ہو۔ غیر برہمن ہو"

"میں جاتی سے گرا ہُوا غیر برہمن ہوں"

"پنڈت جی! ناراض مت ہونا۔ صرف تم ہی جاتی سے گرے ہوئے نہیں ہو۔ بلکہ اب تک جتنے بھلے آدمی اعتبار کر کے تمہارے پاس آئے ہیں۔ اِدھر تین برس میں جتنے لوگوں کو تم نے اپنے یہاں بھوجن کرایا ہے۔ اُن سب کی بھی جاتی چلی گئی۔ میں اُن سب لوگوں سے جا کر یہ بات کہوں گا"

اب ہردیال کو کچھ ڈر ہُوا۔ ڈر کا اصلی سبب سمجھنے سے پہلے ہی اُن کی بارعب آواز دھیمی ہو گئی۔ تو بھی اُنہوں نے کہا۔ میں نے لوگوں کی جاتی بگاڑی ہے؟

"ضرور۔ اور اِس کو ثابت کرنے کا ذمہ بھی مجھ پر ہے"

ہردیال نے نرم ہو کر آہستہ سے کہا۔ "بھائی! بات کیا ہے۔ خلاصہ کہو نہ"

اُس نے مسکرا کر کہا۔ "اکیلے ہی سنو گے یا دس پانچ آدمیوں کو بھی بلا لو گے؟ اڑوس پڑوس کے دس پانچ آدمیوں کے سامنے سنانا اچھا معلوم ہو گا"

ہردیال نے اُس کا ہاتھ پکڑ کر کہا۔ "بھائی! غصّہ مت کرو۔ میں تمہارے ساتھ بہت بے انصافی کر گیا۔ اُس کا کچھ خیال مت کرو۔ اور آؤ۔ اندر چلو"

دونوں ایک کمرے میں جا بیٹھے۔ ہردیال نے پوچھا "ہاں! تو پھر بات کیا ہے؟"

"یہ سلوچنا - جس کے ہاتھ کی تم رسوئی کھاتے ہو - تمہیں کہاں ملی؟"

"یہیں ملی تھی - کسی غریب دُکھیا کی لڑکی ہے - اپنے یہاں پناہ دیدی ہے"

"مَیں یہ نہیں کہتا کہ تم نے دولت والی کو پناہ دی ہے - پوچھتا یہ ہوں کہ یہ کون جاتی ہے - اِس کی بھی پڑتال کی ہے؟"

ہردیال کے چہرے کا رنگ ایک دم پھیکا پڑ گیا - اُنہوں نے کہا -

"براہمن کی لڑکی ہے - وِدھوا ہے - نیک چال چلن کی ہے - پھر اُس کے ہاتھ کا کھانے میں کیا ہرج ہے؟"

"یہ تو ٹھیک ہے کہ وہ برہمن کی لڑکی ہے اور ودھوا ہے - مگر جو خاندان کو چھوڑ کر نِکل جائے - اُسے بھی کیا نیک چال چلن والی کہا جاتا ہے اور اُس کے ہاتھ کا بھوجن کیا جاتا ہے"

ہردیال نے دانتوں سے زبان کاٹتے ہوئے کہا -

"شِو! شِو!! بھلا اُس کے ہاتھ کا کیسے کھایا جا سکتا ہے"

"تو یہی بات ہے - پندرہ سولہ برس ہوئے - سلوچنا گود میں تین برس کی لڑکی لے کر گھر سے نِکل گئی تھی - اور اُسے ہی پناہ دیکر تم نے اپنا اور ساتھ ہی اور بھی بہت سے لوگوں کا دھرم بگاڑا ہے"

"اِس کا ثبوت؟"

"ثبوت کیوں نہیں ہے - اُس کے لئے چِنتا مت کرو - جن کے ساتھ یہ گھر سے نکلی تھی وہ بے حد عاشق مزاج راگھال بھٹا چاریہ اب بھی جیتے ہیں"

ہردیال کچھ دیر تک اُس آدمی کے مُنہ کی طرف دیکھتے رہے - اُنہوں نے

سمجھا کہ شاید اسی کا نام راکھال ہے۔ پوچھا۔ "کیا تم برہمن ہو؟"
اُس آدمی نے اپنے میلے کچیلے ڈوپٹے میں سے اُس سے بھی زیادہ میلا کچیلا اور خستہ یگیو پویت نکال کر ہنستے ہوئے کہا۔
"نہیں۔ مَیں گوالا ہوں۔"
ہردیال کچھ اور کھسک کر بیٹھ گئے۔ اور بولے۔
"دیکھنے سے تو معلوم ہوتا ہے۔ کہ تم چمار ہو۔ خیر۔ نمسکار۔"
اُس آدمی کو غصہ نہیں آیا۔ اُس نے کہا۔
"نمسکار۔ تمہارا اندازہ غلط نہیں ہے۔ مجھے چمار بھی کہا جا سکتا ہے۔ مسلمان یا عیسائی بھی کہا جا سکتا ہے۔ مَیں ذات پات نہیں مانتا۔ پرم ہنس ہوں۔"
"تم بڑے بھاری پاکھنڈی ہو۔"
وہ بولا۔ "یہ یاد دلانے کی کوئی ضرورت نہیں ہے۔ کیونکہ اِس سے پہلے اور بھی بہت سے سجن مہربانی سے یہ بات کہہ چکے ہیں۔ مَیں یہ بھی سمجھتا ہوں۔ کہ پہلے مَیں کیا تھا اور اب کیا ہو گیا ہوں۔ مگر یہ مانی ہوئی بات ہے۔ کہ مَیں راکھال داس ہوں۔"
ہردیال کا چہرہ بے اندازہ کرودھ سے سُرخ ہو گیا۔ اُنہوں نے بڑی مشکل سے اپنے من کے جذبات کو دبائے ہوئے کہا۔ "اچھا یہ بتاؤ۔ کہ اب کیا کرنا چاہتے ہو؟ سلوچنا کو لے جاؤ گے؟"
جی نہیں۔ اِس سے آپ کو کھانے پینے کی تکلیف ہوگی۔ مَیں اتنا کمینہ نہیں ہوں۔"
بڑی مشکل سے ہردیال نے یہ مذاق بھی سُن لیا۔ اِس کے بعد

اُنہوں نے کہا۔ "اچھا۔ تو پھر یہ بتاؤ کہ تم کیا چاہتے ہو۔ اور یہاں کس لئے آئے ہو؟"

"روپیہ چاہئے۔ سخت ناداری ہے۔ بڑی مصیبت میں ہوں۔ اِسی لئے یہاں آیا ہوں۔ دو ایک ہزار مل جانے سے ہی چُپ چاپ چلا جاؤں گا۔ یہی کہنے آیا ہوں۔"

"بھلا اِتنا روپیہ تمہیں کون دیگا؟"

"جسے غرض ہوگی۔ آپ دیں گے اور سلوچنا کا داماد دیگا۔ جو بہت بڑا آدمی ہے۔"

ہردیال اُس کا اتنا حوصلہ دیکھ کر من ہی من میں بہت حیران ہوئے۔ مگر وہ یہ بھی سمجھ گئے کہ یہ آدمی بہت بڑا دھباز اور چالاک ہے۔ اُنہوں نے کہا۔ "بھائی! مَیں تو غریب آدمی ہوں۔ مَیں نے تو اتنے روپے کبھی آنکھ سے بھی نہیں دیکھے۔ یہ ٹھیک ہے کہ سلوچنا کا داماد دے سکتا ہے۔ مگر وہ بھی دیگا نہیں۔ تم ابھی اُسے پہچانتے نہیں۔ دو ہزار روپے تو دُور رہے۔ خوف دکھلا کر تم اُس سے دو پیسے بھی نہیں لے سکتے۔ مَیں نے یہ سمجھ لیا ہے کہ تم عقلمند ہو۔ مگر وہ تم سے بھی بڑھ کر عقلمند ہے۔ اِس لئے تم کوئی اور جال پھیلاؤ۔ اِس سے کام نہیں چلنے کا۔"

پہلے تو داکھال کچھ دیر تک ہردیال کے مُنہ کی طرف دیکھتا رہا۔ پھر مسکرا کر بولا۔ خیر دیکھا جائے گا۔ اِس کا فکر مَیں کر لوں گا۔ دیکھتا ہوں۔ پھر بھی کوشش کرنے پر اگر کامیاب نہ ہؤا۔

ہردیال نے جھٹ اُسے بیچ ہی میں روک کر کہا۔ "ٹھہرو بھائی۔ دیو۔ بھاشا کو اور گندہ نہ کرو۔

راکھال نے بہت عقلمندی دکھاتے ہوئے کہا۔ جو حکم۔ مگر اب

میں زیادہ ٹھہر نہیں سکتا۔ آپ مجھے اُن کا پتہ بتلا دیجئے۔"

ہردیال نے کہا۔ "پتہ سلوچنا سے ہی نہ پوچھ لو بھائی۔"

"وہ نہیں بتلا دے گی۔ پر آپ بتلا دیں گے"

"اگر میں نہ بتلاؤں تو؟"

راکھال نے اطمینان سے کہا۔ "نہیں۔ آپ ضرور بتلا دیں گے۔

اور یہ تو میں پہلے ہی کہہ چکا ہوں کہ اگر آپ نہ بتلا دیں گے تو میں کیا

کروں گا۔"

ہردیال کا منہ سوکھ گیا۔ اُنہوں نے کہا۔ "بھائی! میں نے تو تمہارا

کچھ بھی نہیں کیا۔"

"نہیں۔ چونکہ آپ نے کچھ نہیں کیا۔ اِسی واسطے تو میں آپ سے

ایک کام کرنے کے لئے کہتا ہوں۔ آپ نام۔ دھام بتلا دیں گے۔ تو

داماد کو ایک بار دیکھ آؤنگا۔ کنیا کو بھی دیکھ آؤں گا۔ بہت دنوں سے

اُسے دیکھا نہیں ہے۔"

ہردیال سچ مچ خوف زدہ ہو گئے۔ مگر ظاہرا حوصلہ دکھلاتے ہوئے

بولے۔ "میں تمہاری امداد نہیں کروں گا۔ تمہاری جو مرضی ہو وہ کرو۔ انجان

میں ایک پاپ ہو گیا۔ اُس کے لئے نہ ہو گا تو کفارہ کر لوں گا۔ پھر مجھے

کس بات کا ڈر ہے؟"

"اگر کسی بات کا ڈر نہیں ہے۔ تو پھر آج ہی سب پنڈوں کے یہاں

یہ بات پھیل جائے گی۔ اُس کے بعد جیسے بنیگا ویسے پتہ لگا کر سلوچنا کے

داماد کے پاس جاؤں گا۔ اور وہاں بھی یہ پرکاش کر دوں گا۔ اچھا

پنڈا جی ۔ نمسکار ۔ مَیں جاتا ہوں ۔"

جب وہ سچ مچ اُٹھ کر چلنے لگا ۔ تب ہردیال نے اُس کا ہاتھ پکڑ کر پھر بٹھا لیا ۔ اور آہستہ سے کہا ۔ "بھائی ! مَیں نے سمجھ لیا کہ تم آسانی سے جان چھوڑنے والی آسامی نہیں ہو ۔ اچھا ۔ تم ناراض مت ہو ۔ ہماری بات سنو ۔ ابھی تو تم اِس بات کو یہیں تک رہنے دو ۔ آگے مت بڑھاؤ ۔ پانچ سات دن بعد پھر آنا ۔ تب جو ہو سکیگا ۔ کروں گا ۔"

"مگر یہ یاد رکھئے گا ۔ کہ اُس دن پھر اِسی طرح سے ٹوٹا دینے سے کام نہیں چلیگا ۔"

ہردیال نے تیز نگاہ سے راکھال کی طرف دیکھتے ہوئے کہا ۔ "کیوں بھائی ۔ کیا تم سچ مچ ہی برہمن سنتان ہو ؟"

"جی ہاں"

ہردیال نے ٹھنڈی سانس لیتے ہوئے کہا ۔ ٹھیک ہے ۔ اچھا سات آٹھ دن بعد ہی آنا ۔ اور اِس کے بیچ میں کسی سے نہ کہنا ۔ سمجھ گئے نہ ؟"

راکھال ۔ جی ہاں ۔ کہہ کر وہاں سے چل پڑا ۔ دو چار قدم آگے بڑھ کر پھر لوٹ آیا ۔ اور کہنے لگا ۔ "اچھی بات ہے ۔ لیکن دو روپے تو مجھے دے ہی دیجئے ۔ بھائی ! مَیں اپنا منی بیگ (بٹوہ) نہ جانے کہاں گرا آیا ۔"

یہ کہہ کر راکھال دانت نکال کر ہنسنے لگا ۔

ہردیال مارے غُصّہ کے اُس کے منہ کی طرف دیکھ بھی نہ سکے ۔ اُنھوں نے چُپ چاپ دو روپے نکال کر اُس کے ہاتھ پر رکھ دئیے ۔ اور وہ اُنہیں کمر میں ٹھونستا ہُوا وہاں سے چل پڑا ۔

راگھال تو چلا گیا۔ مگر ہردیال مجبوس ہو کر بہت دیر تک وہیں بیٹھے رہے۔ انہیں سارے جسم میں ایسی جلن محسوس ہوئی۔ گویا ہزاروں بچھوؤں نے ڈنگ مارا ہے۔

(۷)

مگر سلوچنا کہاں ہے؟ آج تین دن سے ہردیال کھانا پینا۔ سونا۔ پوجا۔ پاٹھ۔ یاتریوں کی دیکھ بھال۔ سب کچھ چھوڑ کر سارا بنارس چھان آئے۔ مگر انہیں کہیں سلوچنا کا پتہ نہ لگا۔ آخر لاچار ہو کر وہ گھر لوٹ آئے۔ اور اپنا ماتھا ٹھوک کر کہنے لگے۔

"ہے وشوِیشور! یہ کیسی بدنصیبی ہے۔ ایک اناتھ پر۔ رحم کرنے جا کر میں نے آخر میں یہ کیسا پاپ اکٹھا کیا"

گلی کے کونے پر کیلاش چچا کا مکان تھا۔ ہردیال نے وہاں جا کر دیکھا تو کوئی نہیں ہے۔ پکارا۔ "چچا جی! گھر میں ہو؟"

جب کسی نے کوئی جواب نہ دیا۔ تب ہردیال اندر چلے گئے۔ وہاں پہنچ کر انہوں نے دیکھا کہ کیلاش ایک دیئے کی روشنی میں اپنے سامنے شطرنج بچھا کر اکیلے بیٹھے ہوئے ہیں۔ پوچھا۔ "چچا جی! کیا اکیلے ہی شطرنج کھیل رہے ہو؟"

کیلاش نے اُن کی طرف دیکھ کر کہا۔ "آؤ بھیا! ذرا یہ چال تو بچاؤ۔"

ہردیال نے لاپرواہی سے من میں بُرا بھلا کہتے ہوئے کہا۔ یہاں تو اپنی جان بچتی دکھائی نہیں دیتی۔ اور آپ کہتے ہیں۔ شطرنج کی چال بچاؤ۔"

کیلاس کے کان میں آدھی بات تو پہنچی اور آدھی نہیں پہنچی۔

اُنہوں نے پوچھا۔ کیا کہا بھیّا؟"

"یہ کہا کہ اُس دن کا سب حال سُنا ہے؟"

"کون سا حال؟"

"وہی اُس دن کا۔ جس دن ہمارے گھر وہ جھگڑا ہو رہا تھا؟"

"نہیں بھائی۔ مَیں نے اچھی طرح سے نہیں سُنا۔ معلوم ہوتا ہے کہ وہ جھگڑا بہت بہت آہستہ آہستہ ہو رہا تھا۔ لیکن اُس دن تمہاری بازی خوب دبی تھی۔"

ہردیال نے دل ہی دل میں رِجھتے ہوئے کہا۔ ہاں۔ بازی تو خوب دبائی تھی۔ مگر اُس دن کی بات کچھ بھی نہیں سُنی؟"

کیلاش نے کچھ دیر تک سوچکر کہا۔ نہیں۔ مَیں نے تو عموماً کچھ بھی نہیں سُنی۔ بھلا جب بہت آہستہ سے بات چیت ہو رہی تھی۔ تب مَیں کیسے سُن سکتا؟ مگر یاد ہے اُس دن کھیل کیسا جما تھا؟ تم اپنا وزیر تو کسی طرح بچا ہی نہیں سکے تھے۔ دیکھو یہی تو کھیل تھا۔ ذرا اِسے بچاؤ تو دیکھوں۔ کیسے بچاتے ہو؟"

ہردیال نے بے رُخی سے کہا۔" وزیر جلئے چُولہے میں۔ مَیں یہ پوچھتا ہوں کہ اُس دن کی کوئی بات تم نے نہیں سُنی؟"

کیلاش نے ہردیال کے بے رُخی لئے چہرے کو دیکھ کر کچھ جھنجلاہٹ سے کہا۔" کیا جانوں بھائی! مجھے تو کچھ یاد نہیں آتا"

ہردیال نے کچھ دیر تک چُپ رہ کر سنجیدگی سے کہا۔" اچھا۔ دنیا کا کوئی اور کام کرو یا نہ کرو۔ پرلوک کو تو مانتے ہو؟"

"واہ! مانتا کیوں نہیں۔"

"تو پھر تم نے پرلوک کے لئے کوئی ایک بھی کام کیا ہے؟ کبھی ایک دن کے لئے بھی مندر گئے ہو؟"

کیلاش نے کچھ حیران ہو کر کہا۔ "واہ! یہ کیسی بات کہتے ہو۔ کیا میں کبھی مندر نہیں جاتا؟ کئی بار گیا ہوں!"

ہردیال نے ویسے ہی سنجیدہ ہو کر کہنا شروع کیا۔

"تمہیں بیس سال کاشی میں رہتے ہو گئے۔ مگر جان پڑتا ہے کہ تم نے بیس دن بھی کسی دیوتا کے درشن نہیں کئے۔ پوجا پاٹھ تو بہت دور کی بات ہے"

کیلاش نے اُن کی مخالفت کرتے ہوئے کہا۔ "اجی! نہیں۔ بیس دن سے تو زیادہ درشن کرنے گیا ہوؤنگا۔ مگر بھیا جانتے تو ہو۔ مجھے بالکل وقت نہیں ملتا۔ اسی لئے پوجا پاٹھ کچھ بھی نہیں ہو سکتا۔ دیکھو نہ۔ سویرا ہوتے ہی شمبھو مصر سے ایک بازی کھیلنی پڑتی ہے۔ وہ کھیلتے خوب ہیں۔ بس ایک بازی کھیلتے ہی دوپہر کا وقت ہو جاتا ہے۔ اس کے بعد نہا دھو کر روزانہ معمول سے فارغ ہو کر بھوجن بناتا ہوں۔ بھوجن کرتے کرتے سندھیا ہو جاتی ہے۔ اور پھر اُس کے بعد بھتیجا جی۔ گنگا پانڈے۔ چاہے جو کہو۔ مگر اُس کا کھیل بھی قابلِ تعریف ہی ہوتا ہے۔ اُس دن تو اُس نے مجھے قریب قریب مات ہی کر دیا تھا۔ ایک طرف سے گھوڑا اور دوسری طرف سے ہاتھی لے کر بالکل دباتا ہی چلا آیا۔ میں نے تو سمجھا کہ"

"ارے چچا! اسے جانے دو۔ یہ بتلاؤ کہ دوپہر کے وقت کیا کرتے ہو؟"

"دوپہر کے وقت! گنگا پانڈے کے ساتھ۔ اُس کے دونو ہاتھ۔ بس اِسی وقت دیکھونہ"۔

ہردیال نے بہت ہی اُداس ہو کر کیلاش کو بیچ میں ہی روکتے ہوئے کہا۔"بس رہنے دو۔ رہنے دو۔ دوپہر کو گنگا پانڈے اور سندھیا کو۔ مکند گھوش کی بیٹھک۔ پھر تمہیں وقت ملے کہاں سے ؟"

کیلاش چُپ رہ گئے۔ ہردیال نے اور بھی زیادہ سنجیدگی سے اپدیش دینا شروع کیا۔"مگر چاچاجی! اب دِن بھی تو زیادہ نہیں رہ گئے ہیں۔ پرلوک کے لئے بھی تو تیار ہو جانا چاہیئے۔ اور اُس کی بھی تھوڑی بہت فکر کرنی چاہیئے۔ وہاں شطرنج کے مُہرے تو اپنے ساتھ لے جا سکو گے نہیں"۔

کیلاش یکایک کِھلکھلا کر ہنس پڑے۔ اُنہوں نے کہا۔

"نہیں بھیّا! جان پڑتا ہے کہ شطرنج کے مُہرے تو اپنے ساتھ نہ لے جا سکوں گا۔ اور جو تم نے مجھے تیار ہونے کو کہا۔ سو تیار تو بیٹھا ہی ہوں۔ جس دن بلاوا آویگا۔ اُسی دن یہ سب کسی کو دے کر سیدھا چل پڑوں گا۔ اِس کے لئے بھلا فکر کی کیا ضرورت ہے ؟"

"کچھ روپیہ پیسہ نہیں ہے ؟ کسی طرح کا کھٹکا نہیں ہوتا۔"

"بالکل نہیں بھائی۔ ذرا بھی نہیں۔ جس دن میرا کمل چلا گیا۔ جس دن کمل چرن نے میرے منہ کی طرف دیکھتے دیکھتے آنکھیں بند کر لیں۔ اُسی دن کھٹکا۔ ڈر وغیرہ سبھی بکھیڑے اُس کے پیچھے پیچھے چلے گئے۔ ایک دن کے لئے بھی مجھے یہ نہ معلوم ہُوا کہ وہ سب بکھیڑے کِس طرح چلے گئے۔ یہ کہتے کہتے بوڑھے کی دونو آنکھیں پُرنم ہو گئیں۔

ہردیال نے کہا۔ "اچھا۔ اب اِن سب باتوں کو جانے دو۔ میری ایک بات سنوگے؟"

"ہاں۔ کہو"

ہردیال نے اُس دن کی سب باتیں ایک ایک کر کے کہہ سنائیں اور انت میں پوچھا۔ "اب بتلاؤ کیا کیا جائے؟"

سُنتے سُنتے کیلاش کا شگفتہ چہرہ پیلا پڑ گیا۔ اُنہوں نے غمگین آواز میں کہا۔ "ہردیال! ایسا نہیں ہو سکتا۔ سلوچنا ستی ساوتری ہے"

"پہلے میں بھی ایسا ہی سمجھتا تھا۔ مگر عورتوں کے لئے سب کچھ ممکن ہے"

"رام رام! ایسی بات مُنہ سے نہ نکالو۔ سب انسان نیکی۔بدی کیا کرتے ہیں۔ اِس میں مجھے عورت مرد میں کوئی فرق نظر نہیں آتا۔ کیا تمہیں اپنی ماں کی بات یاد نہیں ہے؟ کیا اُس کو تم نے ایک دم بھُلا دیا؟"

ہردیال شرمندہ ہوئے اور اُداس بھی ہوئے۔ پہلے تو کچھ دیر تک وہ سر جھکائے رہے۔ پھر بولے۔ "لیکن اب تو ذات جا رہی ہے اُس کا کیا کیا جائے؟"

کیلاش نے کہا۔ "ایک پرائشچت کر ڈالو۔ انجان میں اگر کوئی پاپ ہو جائے۔ تو کیا اُس کے لئے کوئی پرائشچت نہیں ہے؟"

"ہے۔ پر یہاں کے لوگ تو نہیں جاتی سے باہر کر ہی دیں گے"

"کر دینے دو"

ہردیال نے بہت زیادہ ناراض ہو کر کہا۔ "کیا کہا۔ کر دینے دو؟

چچاجی ۔ ذرا سوچ سمجھ کر بات کرو۔"

"ہاں ۔ دیال ۔ مَیں سوچ سمجھ کر ہی بات کر رہا ہوں ۔ اب تمہاری عمر بھی تو کم نہیں ہے ۔ پچاس کے پار پہنچ چلے ہوگے ۔ اتنے دنوں تک جاتی رہی ۔ اب باقی دو چار برس نہیں بھی رہی تو اِس میں کونسا بہت بڑا نقصان ہو جائیگا؟"

"اِس میں کوئی نقصان ہی نہیں ہے؟ جب بات چلی جائیگی ۔ دھ چلا جائیگا ۔ تب ایشور کے سامنے کیا جواب دونگا؟"

"یہی جواب دیدینا ۔ کہ ایک بے نوا کو پناہ دی تھی ۔"

ہر دیال چُپ ہوکر سوچنے لگے ۔ یہ بات اُن کے من میں بالکل نہ بیٹھتی تھی ۔ کچھ دیر بعد اُنہوں نے کہا ۔ "تو پھر مَیں اُسے سلوچنا کے داماد کا پتہ بتلا دوں؟"

"نہیں ۔ ہرگز نہ بتلانا ۔ ایک بدمعاش اور شرابی ڈرا دھمکا کر تم سے روپیہ وصول کر لیگا ۔ اور پھر ایک بھلے آدمی کے لڑکے سے بھی وصول کر لیگا ۔ تم اُس پاجی کی امداد کرو گے؟"

"نہ کروں گا تو میرا سرو ناش ہو جائیگا ۔ پھر میرے یہاں تو ایک بھی مہمان نہ آوے گا ۔ کھاؤں گا کیا؟"

"نہیں ۔ تم اِس سے مت ڈرو ۔ مَیں سرکار بہادر کی مہربانی سے بلیس روپیہ ماہوار پنشن پاتا ہوں ۔ بس اِتنے میں ہم دونو چچا بھتیجے کام چلا لیں گے ۔ ہم لوگ کھائیں گے اور شطرنج کھیلیں گے ۔ گھر سے کبھیں باہر نکلیں گے ہی نہیں ۔"

بہت ناراض ہونے پر بھی کیلاش کے منہ سے اِس طرح کی

لڑکوں جیسی باتیں سُن کر ہردیال ہنس پڑے۔ بولے۔ چچا جی! میرا بوجھ اپنے اوپر کیوں لوگے؟ اور میں ہی کیوں کسی دوسرے کی بلا اپنے سر لے کر اپنی جاتی گنواؤں گا؟

کیلاش نے کہا۔ ہاں۔ ٹھیک ہی تو ہے۔ اس سے اچھا یہی ہے کہ اُس کا نام پتہ سب بتلا کر نادار لڑکی کو اُس کے خاوند۔ گھر بار اور عزت وغیرہ سب باتوں سے محروم کر دیا جائے۔ اور اِن پُرانی ہڈیوں کو گیدڑوں اور کتوں کا لقمہ ہونے سے بچا لیا جائے۔ اچھی بات ہے بھیا۔ بچا لو۔ مگر تم جو مجھ سے اِس بارے میں مشورہ کرنے آئے یہ اچھا نہیں کیا۔ لیکن جب مشورہ کرنے آئے ہی ہو۔ تو ایک بات اور سُن لو۔ اِس کاشی دھام میں ماتا اَن پُورنا کا راجیہ ہے۔ اگر یہاں رہ کر تم اِس طرح اُن کی ستی بالکاؤں کے پیچھے پڑو گے۔ تو تمہارا بھلا نہ ہوگا بھائی۔"

ہردیال نے غصے میں آ کر کہا۔ "تو کیا چچا جی! تم مجھے بددُعا دے رہے ہو؟"

"نہیں۔ تم کاشی کے پنڈے۔ خود بابا وشوناتھ کے برہمن ہو۔ ہم لوگوں کی بددعا تمہیں نہیں لگے گی۔ تم اِس بات سے مت ڈرو۔ مگر بھائی جس کام میں تم ہاتھ ڈال رہے ہو۔ وہ بہت خالی از مصیبت نہیں ہے۔ ستی ساوتری سے یم راج (ملک الموت) کو بھی خوف آتا ہے۔ بس اِسی لئے۔ میں تمہیں اسی بات کی یاد دلاتا ہوں۔ کہ ہم لوگ بہت دنوں تک ایک ساتھ شطرنج کھیلتے رہے ہیں۔ اِس کے علاوہ میں تم سے پریم بھی کرتا ہوں۔"

ہردیال نے کوئی جواب نہیں دیا۔ وہ اُداس مُنہ کرکے وہاں سے اُٹھ کھڑے ہوئے۔

کیلاش نے کہا۔" تو پھر بھائی۔ میری بات مانو گے؟"

پاگل کی بات ماننے کے لئے مجھے آپ بھی پاگل ہونا پڑیگا"

اب کیلاش چُپ ہوگئے۔ اور ہردیال گھر سے باہر نکل آئے۔ کیلاش نے شطرنج کے مُہرے اُٹھا کر اُن کی پوٹلی باندھتے من میں سوچا "جان پڑتا ہے اسی کا کہنا ٹھیک ہے"۔ میرے مشورے سے تو شاید سچ مچ سنسار کا کام نہیں چل سکتا۔ جب کوئی مر جاتا ہے۔ اور آدمی نہیں ملتے۔ تب کبھی کبھی لوگ مجھے بُلانے آجاتے ہیں۔ کہ داہ کرم کرنا ہوگا۔ جب کوئی بیمار پڑتا ہے۔ تب بھی لوگ بُلانے آتے ہیں۔ کہ روگی کی سیوا خدمت کرنی ہوگی۔ اس کے علاوہ کچھ لوگ شطرنج کھیلنے بھی آجاتے ہیں۔ مگر میری اتنی عمر ہوگئی۔ آج تک کبھی کوئی مجھ سے مشورہ کرنے نہیں آیا"

بہت رات تک سوچتے رہنے پر بھی کیلاش اپنے حق میں کچھ بھی فیصلہ نہ کر سکے۔ اُن کی سمجھ میں نہ آیا۔ کہ یہ سورج کی روشنی کی طرح پُرنور اور سفید پتھر کی طرح کی سچائی لوگوں کے ماننے میں کیوں نہیں آتی۔ ایسی آسان اور سادہ بیانی کیوں لوگ سمجھ نہیں سکتے۔

بہت کچھ سوچ وچار کرنے کے بعد اُسی رات کو ہردیال نے چندرناتھ کے چچا منی شنکر کو اس مطلب کی ایک چٹھی لکھ دی۔ کہ چندرناتھ اپنی مرضی سے ایک طوائف کی لڑکی کو بیاہ کر گھر لے گئے ہیں۔

(۸)

ہردیال نے سب بات کھول کر ہنی شنکر کو لکھ دی تھی۔ اِس لئے آسانی سے ہی اُنہیں یقین ہو گیا۔ کہ یہ اطلاع غلط نہیں ہے۔ مگر اُن کی سمجھ میں یہ بات نہیں آئی کہ اِس وقت کرنا کیا چاہئے۔ چاہے یہ بات اُن کے لئے سُکھ دینے والی ہو چاہے دُکھ دینے والی۔ مگر اِس میں شک نہیں کہ یہ تھی بہت بھاری۔ اُنہیں اکیلے اتنا بڑا بھار اُٹھانے میں کچھ دُکھ محسوس ہؤا۔ اِس لئے اُنہوں نے مختصراً سب باتیں اپنی بیوی کو اکیلے میں بتلا کر کہا۔ "اگر وہ مجھ سے مشورہ کرتا۔ تو کبھی ایسی بات ہوتی؟ یا میں کبھی اتنی بڑی دھوکے بازی ہونے دیتا؟ جو ہو مگر ابھی یہ بات کسی پر ظاہر نہیں کرنی چاہئے۔ پہلے خوب اچھی طرح سوچ لینا چاہئے۔"

مگر کسی بات کو اچھی طرح سوچنے میں کچھ وقت لگتا ہے۔ دو۔ چار دن ٹھہرنا پڑتا ہے۔ اور عورتوں سے تو یہ بات ہو ہی نہیں سکتی۔ اِسی لئے ہردیال نے اپنے خط میں جو کچھ لکھا تھا۔ اُس کا خلاصہ پہلے دو چار کانوں میں گیا۔ اور پھر اُس بات کو جاننے والوں کی تعداد آہستہ آہستہ بڑھنے لگی۔ جس دن ہنی شنکر کی لڑکی کو دیکھنے کے لئے لوگ آئے۔ اُسی دن یہ بات ہری بالا کے کانوں میں بھی پڑی اور اِسی لئے وہ ڈرتی ڈرتی اِس بات کا پتہ لگانے کے لئے آئی تھی کہ چندر ناتھ سریو کو کتنا چاہتے ہیں۔ اُس دن عورتوں میں بڑے ذوق کے ساتھ اِس سوال کی چرچا ہو رہی تھی۔ کیونکہ اُن لوگوں نے ہی سب سے پہلے سمجھا تھا کہ صرف محبت کی گہرائی پر ہی سریو کا مستقبل

منحصر ہے۔

سبھی دبی زبان سے باتیں کرتی تھیں۔ سبھی کی شکل اور آنکھوں سے ظاہر ہوتا تھا۔ کہ اتنے نازک دلوں میں ایک طرح کے شیطانی آنند کا سمندر لہریں لے رہا ہے۔

سبھی دُکھ ظاہر کرتیں اور ٹھنڈی آہیں بھرتی تھیں۔ مگر سبھی کے دل میں پوشیدہ طور پر یہ جذبہ کام کر رہا تھا۔ کہ سُکھ کا ستارہ چاہے جس طرف مُنہ پھیرے وہ دُکھ کے ساتھ ایک بار ہائے کہیں گی ہی۔

اُس از حد مصیبت کی تصویر بڑی کوشش اور کامیابی کے ساتھ وہ ایک دُوسرے کے دل پر مضبوطی سے نقش کرنے کی کوشش کر رہی تھیں۔ اور آج دو دن سے مارے اُمنگوں کے انہیں نیند نہیں آ رہی تھی۔

دھیرے دھیرے ایک ہفتہ گزر گیا۔ اِن دِن راتوں میں صرف دھواں ہی ہوا ہے۔ آگ نہیں جلی۔ بات صرف عورتوں میں رُکے ہوئے چشمے کی طرح گھوم پھر کر آتی جاتی رہی ہے۔ مگر صرف اُن کی چاہی ہوئی چیز نزاکت کے ساتھ اوپر اُٹھ کر کناروں کو ڈبا کر تیزی سے نہیں بہ سکی۔ اسی لئے اِن لمبے چوڑے سات دنوں میں اُنہیں ذرا بھی تسکین نہیں ملی۔ آدمیوں میں بھی یہ بات اُٹھتی تھی۔ مگر بہت ہی تھوڑی دیر کے لئے۔ کیونکہ اُنہیں چندر ناتھ کو ذات سے الگ کرنے کے علاوہ اور بھی بہت سے کام تھے۔ اُنہیں گھر گرہستی کا بھی بھار ڈھونا پڑتا تھا۔ اُنہیں آرام سے بہت دیر تک بیٹھنے کی فرصت نہیں۔

اِس لئے کسی بات کی پوری جانچ ہو جانے سے پہلے ہی اُن کا دل ٹوٹ جاتا تھا۔ سب لوگ اِدھر اُدھر ہو جاتے تھے۔ تو بھی اگر کوئی چھوٹی موٹی بات ہوتی۔ چندر ناتھ غریب ہوتے تو شاید جیسے تیسے اِس بات کی تصدیق ہو بھی جاتی۔ مگر ایسی حالت میں کسی کو اِس بات کی ہمت نہیں ہوئی۔ کہ ظاہرا طور سے گروہ بنا کر اور آپ سرغنہ بن کر چندر ناتھ کے خلاف کھڑا ہو۔ اگر کوئی ایسا کر سکتا تھا تو سنی شنکر ہی۔ مگر نہ جانے کیوں وہ اِس بارے میں چرچا چلاتے ہی نہ تھے۔

لاچار ہو کر پاس پڑوس کی بڑی بوڑھی ودھواؤں اور سدھواؤں نے بھی اِس فرض مقدس کی طرف توجہ دی۔ وہ بے قصور برج کشور اور اُن کی عورت ہرکالی کا دھرم اور ذات بچانے کی نیک خواہش سے بڑے ہی دُکھ کے ساتھ یہ بات جتا گئیں کہ یہ بات بلاشک ثابت ہو گئی ہے کہ سریُو کی ماں کاشی کی ایک طوائف ہے۔ اِس لئے اِس طوائف کی لڑکی کا چھوا ہُوا کھانے پینے سے تم خاوند بیوی دونو کی ذات بھی گئی۔ اور دھرم بھی نشٹ ہُوا۔

پہلے تو ہرکالی آزردہ ہو کر دیکھتی رہی۔ پھر اُس نے پوچھا۔ "کیا ہُوا ہے؟"

رام کی بُوڑھی ماتا نے بھی سانس لے کر کہا۔ ارے ہو گا۔ اور کیا؟ بڑی مالکن؟ جو ہونا تھا وہی ہُوا! سرو ناش ہو گیا!"

اِتنا کہہ کر اُس بُوڑھیا نے شروع سے آخیر تک ساری ہی کہانی اور ایک بار کہہ سنائی۔ اُس کے کہنے میں جو تھوڑی بہت بھول چوک ہوئی اُس کی اصلاح آس پاس کی دو چار عورتوں نے کر دی۔ اسطرح

ہرکالی نے اچھی طرح سمجھ لیا۔ کہ پوری طرح سروناش ہو گیا۔ لیکن وہ کتنا اُن کا ہوا اور کتنا ایک اور آدمی کا یہ اچھی طرح ذہن نشین کرنے کے لئے وہ وہاں سے چُپ چاپ اُٹھی۔ اور اپنے کمرے کے دروازے بند کر کے بیٹھ گئی۔ جو عورتیں اپنی طرف سے بھلا کرنے کے لئے آئی تھیں۔ اُن کی سمجھ میں یہ بات ٹھیک ٹھیک نہیں آئی۔ کہ ہم نے یہ اچھا کام کیا یا بُرا۔ اس لئے وہ سب متفکر چہرے لئے ایک ایک کر کے کھسکنے لگیں۔ ہرکالی جب اکیلی کوٹھڑی میں بیٹھی۔ تب اُسے اِس بات کی فکر ہونے لگی کہ میرے اِس جلے ہوئے نصیب میں ایسی اطلاع آخر تک رہیگی بھی یا کہ نہیں۔ اُس نے سوچا۔ کہ اگر یہ بات پُوری پُوری ٹھیک نہ اُتری تو پھر لوپاٹے ہی کیا ہے؟ مگر اگر نصیب چمکا ہی ہے۔ اگر اِتنے دنوں کے بعد سچ مچ ہی بھگوان نے میری طرف منہ اُٹھا کر دیکھا ہی ہے تو پھر میری بھانجی ابھی تک کنواری ہی ہے۔ ابھی تک وہ کسی دُوسرے کے ہاتھ نہیں پڑی ہے۔ یہی تو اُس کے لئے ٹھیک وقت ہے۔ اب اُسے اِس بات کا ذرا بھی شک نہیں رہ گیا۔ کہ چاہے جو ہو آخر تک مجھے اِس بارے میں دل وجان سے کوشش کرنی چاہئے۔ یہ سب سوچ کر وہ اُس جگہ پر جا کر بیٹھ گئی جہاں چندر ناتھ لکھا پڑھا کرتے تھے۔

ہرکالی کے چہرے کا بھیانک نقش دیکھ کر چندر ناتھ نے کچھ متفکر ہو کر پُوچھا "کیا ہوا ہے مامی؟"

ہرکالی نے اپنا ماتھا ٹھونک کر اور رونی صورت بنا کر کہا۔ "بیٹا چندر ناتھ! ہم لوگ دُکھی نادار ہیں۔ کیا اِسی وقت تمہیں ہم لوگوں کو اتنی سزا دینی چاہیئے؟"

چندر ناتھ مفقود العقل ہو گئے۔ بہت کچھ سوچنے پر بھی وہ یہ نہ جان سکے کہ میں نے کیا کیا ہے؟

ہرکالی کہنے لگی۔ "اب اور باقی ہی کیا رہ گیا ہے۔ مٹھی بھر اناج کے لئے ہماری ذات بھی گئی اور دھرم بھی گیا۔ بیٹا اگر ہم لوگوں کے پاس کھانے کو ہوتا۔ تو کیا تم اِس طرح ہم لوگوں کا سروناش کر سکتے؟"

چندر ناتھ نے کچھ دیر تک چُپ رہنے کے بعد بہت ہی نرم آواز میں پُوچھا "کیا ہؤا ہے؟"

ہرکالی نے آنچل سے جھُوٹ مُوٹ آنسو پُونچھتے ہوئے کہا۔

"اِس جلے ہوئے نصیب میں جو کچھ تحریر تھا۔ وہی ہؤا۔ ارے میرے راجا بیٹے! تمہیں اُن ڈائنوں نے لُبھا کر یہ فتنہ کھڑا کیا ہے۔"

"مامی! مَیں تمہارے پَیروں پڑتا ہوں۔ بات کھول کر کہو۔"

"مَیں کیا کہوں۔ تم اپنے چچا جی سے ہی جا کر پُوچھو۔"

چندر ناتھ کچھ جھلاّ گئے۔ اُنہوں نے کہا۔ اگر مجھے چچا جی سے ہی پُوچھنا پڑیگا۔ تو پھر تم ایسا کیوں کر رہی ہو؟"

"بیٹا! ہم لوگوں کا تو سروناش ہو گیا۔ اِسی لئے مَیں ایسا کرتی ہوں۔ اور کیا؟"

چندر ناتھ اپنے ماموں اور مامی پر مناسب (واجب) عقیدت رکھتے تھے۔ لیکن اِس طرح کے برتاؤ سے آدمی اُداس ہو ہی جاتا ہے اِس لئے وہ بھی اداس ہوئے۔ اُنہوں نے اور بھی جھلاّ کر کہا۔

"اگر سروناش ہی ہوتا ہے۔ تو اور کسی کے گھر جا رہو۔ ہمارے سامنے ایسا مت کرو۔"

اب ہرکالی نے چندر ناتھ کی ماتا کا نام لے کر زور سے رونا شروع کیا۔ اور کہا۔

"ارے۔ تم تو ہم لوگوں کو بُلا کر یہاں لائی تھیں۔ آج تمہارا ہی لڑکا ہمیں گھر سے نکالنا چاہتا ہے"

چندر ناتھ نے بہت ہی بے چین ہو کر مامی کا ہاتھ پکڑ کر کہا۔

"مامی! جب تک تم کھُل کر کوئی بات نہ کہو گی۔ تب تک میں کیسے سمجھوں کہ کیسے تم لوگوں کا سروناش ہو گیا۔ خالی سروناش۔ سروناش کرتی ہو۔ لیکن اب تک ایک بھی صاف بات تمہارے منہ سے نہ نکلی

ہرکالی نے پھر ایک بار آنسو پونچھتے ہوئے کہا۔

"کیوں بیٹا۔ کیا تم کچھ بھی نہیں جانتے؟"

"نہیں"

"تمہارے چچا کے پاس کاشی سے تمہارے پنڈے نے ایک چٹھی بھیجی ہے"

"کیا لکھا ہے؟"

ہرکالی نے تھوک گھونٹ کر اور سر جھکا کر کہا۔

"بیٹا! کاشی میں تمہیں اکیلا پا کر ڈاکنیوں نے تمہیں پھنسا لیا۔ اور طوائفہ کے ساتھ تمہارا بیاہ کر دیا"

چندر ناتھ نے آنکھیں پھاڑ کر پوچھا "کیا کہا؟ کس کا بیاہ کر دیا؟"

ہرکالی نے سر پر ہاتھ مار کر کہا۔ "تمہارا"

چندر ناتھ نے مامی کے پاس کھسک کر تسلی سے پوچھا۔ "طوائفہ

کے ساتھ کِس کا بیاہ ہُوا ہے؟ میرا؟"

"ہاں۔ تمہارا۔"

"اِس کا مطلب یہ ہُوا کہ بیاہ ہونے سے پہلے سرتو پیشہ ور طوائف تھی؟ مامی! کیا تمہیں یاد نہیں ہے۔ کہ تب تو وہ دس ہی سال کی تھی۔ جب تمہارے گھر آئی تھی؟"

"یہ تو مَیں ٹھیک نہیں جانتی چندر ناتھ۔ مگر کاشی میں اُس کی ماں بہت بدنام ہے۔"

"تو پھر یوں کہو کہ اُس کی ماں پیشہ ور طوائف تھی۔ وہ خود تو طوائف نہیں تھی؟"

ہرکالی نے دل ہی دل میں کچھ سٹ پٹا کر کہا۔ "بیٹا! وہ ایک ہی بات ہے۔ ایک ہی بات ہے۔"

چندر ناتھ نے کڑک کر کہا۔ "مامی! تم کسی سے کیا کہہ رہی ہو؟ کیا تم پاگل ہو گئی ہو؟"

گھُڑکی سُن کر ہرکالی روتی ہوئی بولی۔ "بیٹا! بات ہی پاگل ہو جانے کی ہے۔ ہم دونو آدمیوں کی پرائشچت کرا دو۔ پھر جدھر دو آنکھیں جائینگی اُدھر ہی ہم لوگ چلے جائیں گے۔ اِس سے تو بھیک مانگ کر کھانا اچھا ہے۔"

چندر ناتھ نے بھی غصّہ میں بھر کر کہا۔ "ہاں وہی اچھا ہے۔"

"تو پھر ہم چلے جائیں؟"

چندر ناتھ نے مُنہ پھیر کر کہا۔ "ہاں جاؤ۔"

اُس وقت ہرکالی نے اپنے سر پر دوہتڑ مار کر کہا۔ "ہائے ری

پھوٹی تقدیر۔ آخر ہیں کیا یہی نصیب تھا؟"

چندر ناتھ نے منہ پھیر کر سنجیدگی سے کہا۔ "پھر بھی تم صاف صاف بات نہ کہوگی؟"

"سب تو کہہ دیا ہے"

"کچھ بھی نہیں کہا۔ وہ چٹھی کہاں ہے؟"

"تمہارے چچا کے پاس ہے۔"

"اس میں کیا لکھا ہے؟"

"وہی تو بتلا رہی ہوں"۔

چندر ناتھ واپس آکر ایک چوکی پر بیٹھ گئے۔ گہری شرم اور نفرت کی وجہ سے وہ سراتاپا کانپ اُٹھے۔ اُن کا سارا جسم گویا سناٹے میں آگیا۔ اُن کے منہ سے صرف اتنا ہی نکلا "شو۔ شو"۔

چندر ناتھ کے منہ کی طرف دیکھ کر ہرکالی دل ہی دل میں کچھ ڈری۔ ایسا بھیانک اور سنگین چہرہ کسی نے کسی لاش کا بھی نہ دیکھا ہوگا۔ وہ چپ چاپ وہاں سے اٹھ گئی۔

چندر ناتھ نے کہا۔ "کون سی چٹھی ہے۔ دیکھوں؟"

"منی شنکر نے چپ چاپ ایک بکس کھول کر چٹھی نکالی۔ اور اُن کے ہاتھ میں دیدی۔ چندر ناتھ نے شروع سے آخر تک دو بار ساری چٹھی پڑھ کر سوکھے ہوئے منہ سے سوال کیا۔

"اس کا ثبوت؟"

"راکھال داس خود ہی آرہا ہے۔"

"اس کی بات کا کیا اعتبار؟"

"یہ نہیں کہہ سکتا - اب جو کچھ سمجھ میں آوے وہ کرو۔"

"وہ کس لئے آ رہا ہے؟ اِس بات کو ثابت کرنے سے اُسے کیا فائدہ ہوگا؟"

"فائدے کی بات تو اِس چٹھی میں لکھی ہے - دو ہزار روپیہ چاہتا ہے۔"

چندر ناتھ نے منی شنکر کے چہرے کی طرف نظر جماتے ہوئے فطرتاً کہا۔ "اگر یہ بات ظاہر نہ ہوتی - تو وہ خوف دکھلا کر روپیہ وصول کر سکتا۔ مگر اب اُس کی ساری امید خاک میں مل گئی - آپ نے تو ایک طرح سے میرا بھلا ہی کیا ہے - میرے اِتنے روپے بچا دیئے ہیں۔"

منی شنکر مارے شرم کے زمین میں گڑھ گئے - من میں آیا - کہ کہہ دُوں کہ مَیں نے یہ بات لوگوں پر ظاہر نہیں کی ہے - مگر فوراً ہی اُنہیں یاد آیا - کہ میرے ہی ذریعے یہ بات ظاہر ہوئی ہے - اگر مَیں اپنی عورت سے نہ کہتا - تو کون جان پاتا - اِس لئے وہ سر جُھکا کر بیٹھے رہے۔

چندر ناتھ نے پھر کہا - "یہ گاؤں میرا ہے - پھر بھی ایک مکّار بھک منگا کس حوصلے سے میری بے عزّتی کرنے کے لئے میرے گاؤں میں میرے گھر آ رہا ہے - یہ بات مَیں آپ سے نہیں پوچھنا چاہتا - مگر چچا جی! مَیں آج یہ بات آپ سے ضرور پوچھنا چاہتا ہوں - کہ اگر مَیں مر جاؤں - تو کیا آپ سُکھی ہونگے؟"

منی شنکر نے دانتوں سے زبان کاٹتے ہوئے کہا۔ "رام رام!

چندر ناتھ - تم ایسی بات کبھی زبان پر بھی مت لانا۔"

چندر ناتھ نے کہا۔" اب کبھی ایسی بات زبان پر لانے کی ضرورت ہی نہ ہوگی۔ آپ میرے محترم ہیں۔ اگر آج مجھ سے کوئی خطا ہو جائے تو آپ مجھے معاف کیجئے گا۔ میرے پاس جو کچھ دھن دولت ہے۔ وہ سب آپ لے لیں۔ اور سب کچھ لے کر مجھ پر خوش ہوں۔ میں جہاں رہوں وہاں صرف کچھ تھوڑا بہت ہر مہینے بھیج دیا کیجئے گا۔ میں ایشور کی قسم کھا کر کہتا ہوں کہ اِس سے زیادہ میں آپ سے اور کچھ بھی نہیں مانگوں گا۔ مگر آپ میرا یہ سروناش نہ کریں۔"

یہ کہتے ہوئے چندر ناتھ کا گلا بھر آیا۔ اور اُنہوں نے دانتوں سے ہونٹوں کو دباتے ہوئے آتی ہوئی رُلائی کو بہت مشکل سے روکا۔

منی شنکر اُٹھ کر کھڑے ہو گئے۔ اور چندر ناتھ کا دایاں ہاتھ زور سے پکڑ کر دباتے ہوئے رو پڑے۔ اُنہوں نے کہا۔

"بیٹا چندر ناتھ! میرے مرحوم بڑے بھائی کے خاندان میں تم ہی ایک ہو۔ میں تم سے بھیک مانگتا ہوں۔ اب تم اِس بوڑھے کی اور زیادہ بے عزتی نہ کرو۔"

چندر ناتھ نے مُنہ پھیر کر آنکھوں سے آنسو پُونچھتے ہوئے کہا۔

"چچا جی! میں آپ کی بے عزتی نہیں کرتا۔ لیکن اتنی بڑی بدقسمتی کے بعد اب دیش چھوڑ کر چلے جانے کے سوائے میرے لئے اور کوئی اوپائے ہی نہیں رہا ہے۔ بس یہی بات میں آپ سے کہتا ہوں۔"

منی شنکر نے تعجب آمیز لہجہ میں کہا۔

"کیوں؟ دیش کیوں چھوڑ دگے؟ تم نے تو انجان میں یہ بیاہ کیا ہے۔ اِس لئے یہ کوئی شرم کی بات نہیں ہے۔ میں تو سمجھتا ہوں۔ کہ

اِس کے لئے صرف پرائشچت کر لینا ہی کافی ہوگا۔"

چندر ناتھ چُپ رہے۔ منی شنکر نے اشتیاق سے کہا۔

"اِس کے لئے کئی تدبیریں ہیں۔ تم بہو کو چھوڑ کر چُپ چاپ ایک پرائشچت کر ڈالو۔ اور پھر بیاہ کر کے گرہستی چلاؤ۔ بس اِسی سے سب طرف سے بچاؤ ہو جائیگا۔"

چندر ناتھ کانپ اُٹھے۔

منی شنکر نے دنیا دیکھی تھی۔ یہ بات فوراً اُن کے دھیان میں آ گئی۔ وہ بنظرِ غور چندر ناتھ کے منہ کی طرف دیکھتے رہے۔

چندر ناتھ نے کہا۔ چچا جی! مَیں اُسے کسی طرح بھی نہیں چھوڑ سکوں گا۔"

منی شنکر بولے۔" نہیں تم اُسے چھوڑ سکوگے۔ چندر ناتھ آج آرام کرو۔ کل دل مطمئن کر کے جب اِس بات پر وچار کروگے۔ تب تمہیں جان پڑیگا کہ یہ کوئی مشکل کام نہیں ہے۔ اب بہو کو کسی طرح بھی گھر میں رکھا نہیں جا سکتا۔"

"لیکن جب تک کوئی ثبوت نہیں ملتا۔ تب تک آپ کِس طرح مجھے اُس کو چھوڑنے کا حکم دیتے ہیں؟"

بوڑھے منی شنکر نے کچھ دیر تک سوچ کر کہا۔" مَیں ایسا اوپائے کروں گا جس سے اِس بات کے بہت زیادہ ثابت ہونے کا موقع ہی نہ آوے۔ لیکن تمہیں بھی آخر میں اُسے چھوڑنا ہی پڑیگا۔ بس جیسے ہی تم اُسے چھوڑ کر پرائشچت کر ڈالوگے۔ ویسے ہی سارا جھگڑا مٹ جائیگا۔"

"کون مٹا دیگا؟"

"مَیں مٹا دوں گا"

"لیکن بِنا کچھ ٹھیک پتہ لگائے ہی؟"

"اگر خواہش ہو تو بعد میں پتہ لگا لینا۔ مگر مَیں تم سے یہ بات یقین کے ساتھ کہہ سکتا ہوں: کہ یہ بات جھوٹ نہیں ہے"

چندر ناتھ گھر لوٹ کر اپنے کمرے میں کواڑ بند کر کے کھاٹ پہ لیٹ گئے۔

منی شنکر نے کہا۔ کہ سرجو کو چھوڑ دینا پڑیگا۔ کھاٹ پر پڑ کر بنظرِ حسرت اُوپر کی طرف دیکھتے ہوئے۔ جس طرح سویا ہُوا آدمی آپ ہی آپ باتیں کرتا ہے۔ ٹھیک اسی طرح وہ بار بار وہی ایک بات کہنے لگے۔ سرجو کو چھوڑ دینا پڑے گا۔ وہ طوائف کی لڑکی ہے۔ یہ بات اُنہوں نے کئی بار کئی طرح سے اپنے منہ سے کہی۔ اپنے ہی کانوں سے سُنی۔ لیکن پھر بھی کسی طرح اُن کا من اِسے سمجھ نہ سکا۔ اُس نے سرجو کو تیاگ دیا ہے۔ سرجو گھر میں نہیں ہے۔ آنکھوں کے سامنے نہیں ہے۔ آنکھوں کی اوجھل بھی نہیں ہے۔ وہ اب اُن کی نہیں ہے۔ درحقیقت یہ چیز کیا ہے اور اِس کی ٹھیک شکل کیا ہے۔ ہزار کوشش کرنے پر بھی وہ اِسے اپنے من میں واضح نہ کر سکے۔

پھر بھی منی شنکر کہتے ہیں کہ یہ کوئی مشکل کام نہیں ہے۔ وہ یہ بھی طے نہ کر پائے کہ آدمی کے دل میں یہ بات سمجھنے کی طاقت بھی ہوتی ہے یا نہیں۔ کہ یہ کام مشکل ہے۔ یا آسان۔ کیا جا سکتا ہے یا نہیں۔

وہ بے جان کی طرح پڑے رہے۔ اور آخر اُنہیں نیند آ گئی۔ سوئے ہوئے اُنہوں نے کئی خواب دیکھے۔ اُن میں سے کچھ تو واضح تھے۔ اور

کچھ غیر واضح - اُس نیند کی حالت میں اُن کے سارے جسم میں ایک طرح کی ذرد مانو ادھر سے ادھر گھوم رہی ہے - اِس کا احساس بھی اُنہوں نے کیا۔ جب سندھیا ہونے کو آئی - تب اُن کی نیند کھل گئی - اور وہ اُٹھ بیٹھے۔ اُن کی ذہنی حالت اُس وقت ایسی ہو گئی تھی - جس میں موہ مایا کے لئے کوئی جگہ نہیں تھی - غصّہ یا نفرت کرنے کا بھی زور اُن میں نہ رہ گیا تھا۔ ایک مبہم اور انجان شرم کے بھاری بوجھ سے اُن کا سارا جسم اور من آہستہ آہستہ بے بس اور لاچار ہو کر مٹی میں مِل جانے کی کوشش کر رہا تھا۔

جب نوکر دِیا جلا کر لایا۔ اور اُس نے بند دروازہ کھٹکھٹایا۔ تب چندر ناتھ جھٹ پٹ اُٹھ بیٹھے - اور دروازہ کھول کر کمرے میں ٹہلنے لگے۔ آنکھوں پر دیئے کی روشنی پڑنے سے اُن کے مُنہ کی سستی آپ ہی آپ ظاہر ہو رہی تھی - اور اب اُسی کے اندر سے اُنہیں شک پیدا ہُوا کہ یہ بات سچ ہے ؟ کیا اِسے سرُیو بھی جانتی ہے ؟

چندر ناتھ کسی طرح یہ اعتبار نہ کر سکے کہ میری سرُیو جان بوجھ کر ہی میرا اتنا سرو ناش کرے گی - وہ جلدی سے اپنا کمرہ چھوڑ کر سرُیو کے سونے کے کمرے میں جا پہنچے۔

سندھیا کا دیپک جلا کر سرُیو بیٹھی ہوئی تھی - پتی کو آتے ہوئے دیکھ کر وہ ادب کے ساتھ اُٹھ کھڑی ہوئی - اُس کے چہرہ پر خوف یا پریشانی کا کوئی نشان بھی نہ تھا - ایسا جان پڑتا تھا - کہ اُس کے جسم میں ایک بُوند بھی خون نہیں ہے۔

چندر ناتھ نے یکایک پُوچھا " تم نے سب کچھ سُنا ؟ "

سریو نے سر جھکا کر کہا۔ "ہاں"

"کیا سب باتیں ٹھیک ہیں؟"

"ہاں۔ ٹھیک ہیں۔"

چندر ناتھ نے پلنگ پر بیٹھ کر پوچھا۔ "تو اِتنے دنوں تک کہا کیوں نہیں؟"

"ماں نے منع کر دیا تھا۔ اور تم نے بھی کچھ نہیں پوچھا۔"

"مَیں نے تمہاری ماں کے ساتھ بھلائی کی تھی۔ اُسی کا تم لوگوں نے یہ بدلا چکایا؟"

سریو چُپ چاپ سر جھکا کر کھڑی رہی۔

چندر ناتھ نے پھر کہنا شروع کیا۔

"اب دیکھ رہا ہوں کہ کیوں تم اتنی ڈرتی رہتی تھیں۔ اب سمجھ میں آتا ہے کہ کیوں اتنا زیادہ پیار کرنے پر بھی۔ سُکھ نہیں ملتا تھا۔ پہلے کی سب باتیں اب کھُل گئیں۔ شاید اسی لئے تمہاری ماں نے کِسی طرح بھی یہاں آنا منظور نہیں کیا تھا۔ کیوں؟"

سریو نے سر جھکا کر کہا۔ "ہاں"

آن کی آن میں چندر ناتھ کو ساری پُرانی باتیں یاد ہو آئیں۔ وہ کاشی میں رہنا۔ پاک مجسم سریو کی بیوہ ماں۔ اُس کی وہی ممنون پُرنم آنکھیں۔ محبت بھری اور پُر اطمینان باتیں۔ اُنہوں نے پُر درد لہجہ میں کہا۔ "سریو! مجھے سب باتیں کھول کر بتلا سکتی ہو؟"

"ہاں بتلا سکتی ہوں۔ میرے ماما کا گھر نودویپ کے پاس ہے راکھال بھٹاچاریہ کا مکان ماما کے مکان کے پاس ہی تھا۔ بچپن سے

ہی ماں اُسے چاہتی تھی - ایک بار دونوں کے بیاہ کی بات چیت بھی اُٹھی تھی - مگر اُس کا خاندان نیچا تھا - اِس لئے بیاہ نہیں ہو سکا - میرے والد کا گھر ہالی شہر میں تھا - جب مَیں تین برس کی تھی تب اُن کی موت ہوگئی - اور ماں مجھے لے کر پھر نوودیپ چلی آئیں - اِس کے بعد جب مَیں پانچ برس کی تھی - تب میری ماں مجھے لیکر ——"

چندر ناتھ نے پُوچھا - "اس کے بعد؟"

"کچھ دنوں تک ہم لوگ متھرا میں رہے - برندابن میں رہے - اور پھر کاشی چلے آئے - اُسی وقت راکھال نے شراب پینا شروع کر دیا - ماں کے پاس کچھ گہنے تھے - اُن کے لئے روز لڑائی جھگڑا ہونے لگا - آخر ایک دن رات کے وقت وہ سب گہنے چُرا کر بھاگ گیا - اُس وقت ماں کے پاس ایک پیسہ بھی نہیں بچا تھا - ہم لوگوں نے سات آٹھ دن تک بھیک مانگ کر کسی طرح اپنا گذارہ کیا - اُس کے بعد جو کچھ ہُوا وہ تم جانتے ہو"

چندر ناتھ کے دماغ میں مانو آگ جل اُٹھی - وہ سریُو کے جُھکے ہوئے چہرے کی طرف بھیانک نگاہ سے دیکھ کر بولے -

"رام رام - تم ایسی ہو سریُو - سب کچھ جان بوجھ کر تم نے میرا سروناش کیا - مَیں تو کبھی خواب میں بھی یہ بات نہیں سوچ سکا کہ تم کتنی بھاری گناہگار ہو"

سریُو کی آنکھوں سے ٹپ ٹپ آنسو گرنے لگے - وہ چُپ چاپ سر جھکائے ہوئے کھڑی رہی -

مگر چندر ناتھ یہ نہیں دیکھ سکے کہ سریُو رو رہی ہے - اُنہوں نے

اور بھی سخت ہو کر پوچھا۔

"اچھا۔ اب اِس کا علاج؟"

سریُو نے آنسو پونچھتے ہوئے آہستہ سے کہا۔

"جو تم بتلاؤ۔"

"اچھا۔ تو پھر میرے پاس آؤ۔"

سریُو پاس چلی آئی۔ چندر ناتھ نے مضبوط مٹھی سے اُس کا ہاتھ پکڑ کر کہا۔ لوگ کہتے ہیں کہ مَیں تمہیں چھوڑ دوں۔ مگر مجھے اِس اِس بات کا حوصلہ نہیں ہوتا۔ مجھے تم پر اعتبار نہیں رہ گیا۔ مَیں اب یقین گنوا چکا ہوں۔"

بات کی بات میں سریُو کے اُترے ہوئے پیلے چہرے پر ایک طرح کی سُرخی دوڑ گئی۔ اور اُس کی آنسوؤں سے بھری ہوئی پراگندہ آنکھیں پل بھر میں چمک اُٹھیں۔ اس نے پُوچھا۔ "تمہیں میرا اعتبار نہیں ہے؟"

"نہیں۔ بالکل نہیں۔ تم سب کچھ کر سکتی ہو۔"

سریُو نے اپنے سوامی کے مُنہ کے پاس اپنا مُنہ لا کر مضبوط آواز سے کہا۔

"یہ تو تم جانتے ہو کہ تم میرے کون ہو۔ ایک دن تم نے مجھ سے کہا تھا کہ میرے مُنہ کی طرف اچھی طرح دیکھو۔ آج مَیں بھی کہتی ہوں کہ تم ایک بار میرے مُنہ کی طرف بغور دیکھو۔ مَیں اوپائے بتلا دیتی ہوں۔ سُنو گے؟"

"ہاں۔ سُنوں گا۔ بتلاؤ کیا اوپائے ہے؟"

اگر میں زہر کھالوں۔ تو اوپائے ہو جائیگا؟"

چندر ناتھ کی مٹھی اور بھی مضبوط ہوگئی۔ جس سے سرجو کہیں بھاگ نہ جائے۔ اُنہوں نے کہا۔"ہاں یہ تدبیر ہو سکتی ہے۔ تم زہر کھا سکوگی؟"

"ہاں۔ کھا سکوں گی۔"

"خوب ہوشیاری سے؟ خوب چھپا کر؟"

"ہاں۔ ایسا ہی ہوگا۔"

"آج ہی؟"

سرجو نے کہا۔"اچھا آج ہی سہی۔"

جب سرجو نے دیکھا کہ سوامی اُٹھ کر جانا چاہتے ہیں۔ تب اُس نے اُن کے دونو پیر پکڑ کر کہا۔ مجھے آشیرواد بھی نہ دیا؟"

چندر ناتھ نے اوپر کی طرف دیکھ کر کہا۔"ابھی نہیں۔ جب تم چلی جاؤگی۔ جب تمہاری لاش جل کر راکھ ہو جائے گی۔ تب آشیرواد دوں گا۔"

سرجو نے پیر چھوڑ کر کہا۔"اچھا۔ تبھی دینا۔"

چندر ناتھ کے جانے لگتے ہی وہ ایک بار پھر اُٹھی۔ اور دروازے کی طرف بیٹھ کر راستہ روک کر بولی۔

"میرے زہر کھانے سے تم پر کوئی مصیبت تو نہیں آئیگی؟

"بالکل نہیں۔"

"کوئی کسی قسم کا شک تو نہیں کرے گا؟"

"لوگ شک تو ضرور کریں گے۔ مگر روپے دے کر اُن کا مُنہ بند کر دوں گا۔"

"مَیں اپنے بستر کے نیچے ایک چِٹھی لکھ کر رکھ جاؤں گی۔ اُسے سب لوگوں کو دِکھلا دینا۔"

چندر ناتھ نے پاس آ کر سریُو کے سر پر ہاتھ رکھ کر کہا۔ ایسا ہی کرنا۔ چِٹھی اچھی طرح لکھنا اور اُس کے نیچے اپنا نام اچھی طرح صاف صاف تحریر کر دینا۔ جس میں کوئی یہ نہ سمجھے کہ مَیں نے تمہارا خون کیا ہے۔ ایک بات اور ہے۔ تم اندر سے دروازے اور کھڑکیاں خوب اچھی طرح بند کر لینا۔ ذرا بھی کوئی آواز باہر نہ آنے پاوے۔ جس سے مجھے سُنائی نہ پڑے۔"

سریُو دروازہ چھوڑ کر ہٹ گئی۔ اور اُس نے زمین پر سر رکھ کر پھر ایک بار سوامی کو پرنام کیا۔ اُن کے پَیروں کی خاک اپنے ماتھے پر لگائی اور کہا۔ "اچھا۔ اب جاؤ۔"

یہ کہتے ہی اُس کے من میں نہ جانے کیا شک پیدا ہُوا۔ اُس نے ہاتھ پکڑ کر کہا۔ نہیں ذرا اور ٹھہر جاؤ۔ پھر دیپک پاس لے جا کر سوامی کا چہرہ اچھی طرح دیکھا اور وہ چونک اُٹھی۔ چندر ناتھ کی آنکھوں میں ایک غیر انسانی تیز روشنی۔ پاگلوں کی نظر کی طرح جھک جھک کر اُٹھی۔

چندر ناتھ نے پوچھا۔ "سریُو! میری آنکھوں میں کیا دیکھ رہی ہو؟"

سریُو نے تھوڑی دیر تک چُپ رہ کر کہا۔ "کچھ نہیں۔ اچھا جاؤ۔"

چندر ناتھ دھیرے دھیرے باہر نکل گئے۔ وہ جاتے وقت بڑبڑاتے گئے۔ "یہی ٹھیک ہے۔ یہی ٹھیک ہے۔ آج ہی۔"

اُس رات کو جب سریُو اپنے کمرے میں لوٹ کر آئی۔ تب رو پڑی۔ اور من ہی من میں کہنے لگی۔ میں تو کسی پرکار زہر نہیں کھا سکونگی۔ اگر میں اکیلی ہوتی تو مر سکتی۔ مگر میں تو اب اکیلی نہیں ہوں۔ میں تو ماں ہوں۔ ماں ہو کر سنتان کی ہتیا کِس طرح کر سکونگی؟ اِس لئے وہ مر نہ سکی۔ پھر بھی اُسے اِس بات میں ذرا بھی شک نہیں رہ گیا کہ اب میرے سُکھ کے دنوں کا بالکل انت ہو گیا۔

آدھی رات کے وقت چندر ناتھ اچانک اپنی عورت کے کمرے میں جا پہنچے۔ اور سب کچھ سُن کر جوش محبت کے ساتھ اُسے چھاتی سے چمٹا کر رہ گئے۔ بار بار کہنے لگے۔ "نہیں سریُو! تم ایسا کام کبھی مت کرنا۔"

مگر اِس سے زیادہ وہ اُسے اور کوئی تسلی نہ دے سکے۔ اُنہیں اپنے اِتنے بڑے وسیع محل میں اُس بدبخت کے رہنے کے لئے ایسا کوئی کونہ بھی ڈھونڈے نہیں ملا۔ جس میں وہ اپنا شرمندہ چہرہ چھپا کر بیٹھ رہ سکتی۔ وہ اس بات کا بھی تصور نہ کر سکے کہ سارے گاؤں میں کہیں نام کے لئے بھی محبت ہے۔ جس کے سہارے رہ کر وہ اپنے گرم آنسوؤں کی ایک بوندھ بھی پونچھ سکے۔ اُس نے بہت کچھ رو دھو کر سات دن کا وقفہ بطور بھینک مانگ لیا ہے۔ اب بھادر پد مہینے کے یہی آخری سات دن وہ اپنے سوامی کے آسرے میں رہ کر ہمیشہ کے لئے بے یار و مددگار اور راستے کی بھکارن ہو جائیگی۔ بھادوں مہینے میں گھر سے کتے بلی بھی نہیں نکالے جاتے۔ ورنہ گھرست میں بدشگنی ہوتی ہے۔ اِسی لئے سریُو کی عرض منظور ہو گئی ہے۔

ایک دن اُس نے سوامی کا ہاتھ پکڑ کر کہا۔
"میرے بھاگیہ میں جو کچھ لکھا ہے۔ وہ بھوگ لوں گی۔ اس کے لئے تم ذرا بھی دُکھ نہ کرو۔ مجھ جیسی بدقسمت کو اپنے گھر میں لاکر تم نے بہت تکلیفیں سہی ہیں۔ مگر اب اور زیادہ دُکھ نہ سہنا۔ مجھے الوداع کرکے تم پھر سنساری بن جانا۔ میری ایسی سُندر گرہستی خراب نہ کر ڈالنا۔"

چندر ناتھ سر جھکا کر چپ چاپ رہ جاتے۔ اُنہیں اچھا یا بُرا کوئی جواب ہی نہ سُوجھتا۔ ہاں اُنہیں یہ خیال ضرور ہوتا کہ آج کل سرلیو بہت زیادہ بولنے والی ہو گئی ہے۔ کچھ زیادہ بولنے لگی ہے۔ اتنے دنوں تک اُس کے من میں جو ڈر تھا وہ اب نہیں رہا۔ دو ہی دن پہلے تک وہ منہ ڈھانپ کر ایک بناوٹی پردہ منہ پر ڈالے رہتی تھی۔ اگر معمولی ہوا بھی چلتی تھی تو ڈر جاتی تھی۔ اس لئے کہ کہیں وہ ہلکا پردہ کھسک کر گر نہ پڑے اور سچی بات ظاہر نہ ہو جائے۔ اب اُس کا وہ ڈر چلا گیا ہے۔ اور نڈر ہو کر بات کہتی ہے۔ اس زندگی میں اُس کے پاس جو کچھ تھا۔ اُس کا سوامی۔ اُس کا سب کچھ۔ اُسے برادری کی عدالت نے ڈگری جاری کرا کے نیلام کرا لیا ہے۔ اب وہ قرض سے سبکدوش سب کچھ سے محروم سنیاسن ہے۔ اسی لئے اب وہ اپنے سوامی کے ساتھ حسب خواہش باتیں کرتی ہے۔ ستر کے ناطے۔ ناصح کی طرح اپدیش دیکر بے خوفی کے ساتھ اپنی رائے ظاہر کیا کرتی ہے۔ اور اُس دن رات کے وقت دونو نے ہی ایک دوسرے کو معاف کر دیا ہے۔ چندر ناتھ نے اُسے زہر کھانے کے لئے کہا تھا۔ اُس کی اس نفرت انگیز خمیر نے

سرتیو کے سب عیب ڈھک دیئے ہیں۔

دوسرے دن علی الصبح ہی ہرکالی ایک کاغذ پر ٹکٹ لگاکر اپنے پتی سے اُس پر نہ جانے کیا اوٹ پٹانگ باتیں لکھا رہی تھی۔ برنج کشور نے ایک بار پوچھا۔ "یہ لکھنے سے کیا ہوگا؟"

ہرکالی نے گھُرک کر کہا۔ "اگر تمہیں کچھ بھی عقل ہوتی تو یہ بات پوچھتے ہی نہیں۔ پہلے بھی ایک بار تم نے میری بات نہیں مانی تھی اسی لئے اِتنا سب کچھ ہوُا۔ اب پھر کسی بات میں کبھی عقل نہ لڑانا۔"

ہرکالی نے جو جو کہا وہ سب برنج کشور نے ایک سمجھدار بالک کی طرح لکھ دیا۔ جب لکھا ختم ہوگیا۔ تب ہرکالی نے اُن کے ہاتھ سے کاغذ لے کر شروع سے اخیر تک پڑھ ڈالا۔ اور سر ہلا کر کہا۔ ٹھیک لکھا گیا ہے۔

بے سمجھ برنج کشور چپ ہو رہے۔ تیسرے دن وہی کاغذ لے کر ہرکالی سرتیو کے پاس پہنچی۔ اور بولی۔ "بہو! اس کاغذ پر تم اپنا نام لکھ دو۔"

کاغذ ہاتھ میں لے کر سرتیو نے ہرکالی سے پوچھا۔ "کیوں؟"

"مَیں جو کچھ کہتی ہوں وہی کرو بہو"

"کیا مَیں یہ بھی نہیں سُن سکتی کہ مَیں اس پر کیوں اپنا نام لکھ دوں؟"

ہرکالی نے منہ بھاری بنا کر کہا۔ "بیٹی! یہ سب تمہارے ہی بھلے کے لئے ہے۔ جب تم یہاں نہیں رہوگی تب ہم لوگ اِس بات کی کھوج خبر لینے نہیں جائیں گے کہ تم کہاں ہو اور کیسی ہو۔ اِس لئے

بیٹی تم چاہے جہاں اور چاہے جس طرح رہو تمہیں کھانے کے لئے مہینے کے مہینے پانچ روپے ملتے رہیں گے۔ یہ کیا کوئی بڑی بات ہے؟"

سرؔیو اپنا بھلا بُرا سمجھتی ہے۔ اُس نے یہ بھی سمجھ لیا ہے۔ کہ اِس خیراندیش کے دل میں میرا بھلا کہاں تک چُھپا ہُوا ہے۔ لیکن جس کی عالی شان اٹاری ڈھیر ہو کر دریا برد ہو رہی ہو وہ تھوڑا سا کاٹھ کباڑ یا اینٹ پتھر بچانے کے لئے دریا سے جھگڑنا نہیں چاہتا۔ سرؔیو نے یہی سوچا۔ تو بھی اُس نے ایک بار ہریکالی کے چہرے کی طرف دیکھا۔ یہ وہی نظر تھی۔ جسے ہریکالی اپنے تہ دل سے نفرت کرتی تھی۔ ڈرا کرتی تھی۔ آج بھی وہ اُس نظر کو برداشت نہ کر سکی۔ اُس نے آنکھیں نیچی کر کے۔ "بہو!"

"ہاں مامی۔ لکھے دیتی ہوں"

سرؔیو نے قلم اُٹھا کر اُس کاغذ پر۔ بہت اچھی طرح اپنے دستخط کر دیئے۔

آج اسونج کی دُوج ہے۔ آج ہی سرؔیو کے جانے کا دن ہے۔ علی الصبح سے ہی بہت زیادہ بارش ہو رہی ہے۔ ہریکالی کو اِس بات کی فکر ہونے لگی کہ کہیں ایسا نہ ہو کہ آج بھی اِس کا جانا رُک جائے۔

دن بھر سرؔیو گھر کی سب سامگری سنبھال سنبھال کر ٹھکانے سے رکھتی رہی۔ اُس نے قیمتی کپڑے وغیرہ الماریوں میں بند کئے۔ زیورات آہنی صندوق میں بند کر کے اُس میں تالا لگا دیا۔ اور تب وہ سوامی کو بُلانے کے لئے آدمی بھیج کر آپ زمین پر لوٹ کر زار زار

رونے لگی۔ گھر چھوڑنے کا وقت جتنا ہی زیادہ نزدیک آتا جاتا ہے۔ اُس کا دُکھ اُتنا ہی زیادہ ناقابل برداشت ہوتا جاتا ہے۔ وہ سمجھتی ہے کہ جس طرح میں نے یہ سات دن کاٹے ہیں۔ اُس طرح آج کا دن نہیں کٹے گا۔ اُسے اِس بات کی شنکا ہونے لگی کہ کہیں آج آخری دن میرا حوصلہ نہ چھوٹ جائے۔ کہیں ایسا نہ ہو کہ چلتے وقت میں ازحد ستائے ہوئے بھکاری کی طرح نظر آؤں۔ جس عزت کی اُس نے آج تک جان لینے سے بھی بڑھ کر حفاظت کی ہے۔ اُسے چھوڑنے کی اُس کی کسی طرح بھی نیت نہ ہوئی۔

جب چندر ناتھ آئے۔ تب سریُو آنسو پونچھ کر اُٹھ بیٹھی۔ اُس نے کہا۔ "آؤ۔ آج میرا جانے کا دِن ہے"۔

اُس وقت بھی اُس کی آنکھوں کی پلکیں بھیگی ہوئی تھیں۔ چندر ناتھ دُوسری طرف دیکھتے ہوئے بیٹھ رہے۔ سریُو نے پاس جاکر کہا۔ "یہ تالیاں لو۔ جب تک دُوسرا بیاہ نہ کرلو۔ تب تک یہ تالیاں کسی اور کو مت دینا"۔

چندر ناتھ نے روندھے ہوئے گلے سے کہا۔ "کہیں رکھ دو"۔

سریُو نے چندر ناتھ کو کھینچتے ہوئے اُس کا مُنہ اپنی طرف کر لیا۔ اور ہنستے ہوئے کہا۔ "کیا تم رونے کی کوشش کر رہے ہو؟"

چندر ناتھ کو معلوم ہُوا کہ یہ بہت سخت بات کہی گئی ہے۔ سریُو نے جھٹ اُن کی آنکھوں سے آنسو پونچھتے ہوئے آدر پُوروک کہا۔ یاد کر دیکھو میں نے آج تک کبھی تم سے کوئی مذاق نہیں کیا۔ اِسی لئے آج چلتے چلتے یہ ذرا سا مذاق کر لیا ہے۔ ناراض مت ہوؤ"۔

پھر کہا۔ "جو کچھ تھا۔ سب بند کر کے الماری میں رکھ دیا ہے۔ دیکھو اِس بات کا دھیان رکھنا کہ میری ایک بھی چیز ضائع نہ ہو"

چندر ناتھ نے دیکھا کہ نادار سرجو کے ہاتھوں میں کانچ کی چار پانچ چوڑیوں کے بغیر اور کچھ نہیں ہے۔ سرجو کی اس تصویر نے اُن کی آنکھوں میں تیر چبھو دیئے۔ مگر وہ کر ہی کیا سکتے تھے۔ آج دو گہنے پہن کر جانے کی تجویز کر کے کیا وہ دیوی کی اُس مورتی ثانی کا مذاق کریں؟

سرجو نے گلے میں آنچل ڈال کر اُنہیں پرنام کیا۔ اُن کے پاؤں کی خاک لے کر ماتھے پر لگائی۔ اور کہا۔

"میرے چلے جانے کے سبب سے تم نے خواہ مخواہ دُکھی نہ ہونا۔ مَیں یہ جانتی ہوں کہ اِس میں تمہارا ہاتھ نہیں ہے"

چندر ناتھ اب تک برداشت کر رہے تھے۔ مگر اب برداشت نہ ہو سکا۔ اور وہ وہاں سے بھاگ کھڑے ہوئے۔

سندھیا سے پہلے ہی گاڑی جاتی ہے۔ سٹیشن جانا ہے۔ پانی برس رہا ہے۔ گھر کے پُرانے اور بوڑھے گماشتہ جی انگوچھے میں دو ایک کپڑے باندھ کر کوچوان کے پاس جا بیٹھے۔ اُس وقت اُنہیں سیتا جی کی کتھا یاد آگئی۔ اِس لئے اُن کی آنکھوں سے آنسوؤں کی دھار بہنے لگی۔ اُنہوں نے آنسو پونچھتے ہوئے من ہی من میں کہا۔

"ہے بھگوان۔ مَیں نوکر ہوں۔ اِسی لئے مجھے آج یہ سزا مل رہی ہے"

چلتے وقت سرجو نے ہریکالی کے من کا بھاؤ سمجھ کر اُسے بلایا۔

اور اُسے پرنام کیا۔ اُس کے پیروں کی دُھول ماتھے پر چڑھاتے ہوئے
کہا۔ "مامی جی! میرا بکس دیکھ لو۔"
ہریکالی کا رنگ پھیکا پڑ گیا۔ بولی۔ "نہیں نہیں۔ رہنے دو۔"
اِتنے میں ہی ٹین کا بکس کھُل گیا۔ اور اُس نے ہریکالی کی نظر اپنی طرف کھینچ لی۔ اُس کے لئے لوبھ کرنا ناممکن تھا۔ اُس نے ٹیڑھی نظر سے دیکھا کہ بکس میں دو ایک جوڑے معمولی کپڑے۔ دو تین کتابیں۔ کاغذ میں لپیٹی ہوئی دو تصویریں اور دو ایک دُوسری چیزیں ہیں۔ سریُو نے کہا۔ "بس۔ یہی ہے۔"
ہریکالی دھیرے سے وہاں سے کِھسک گئی۔
سندھیا سے پہلے ہی سریُو گاڑی پر جا بیٹھی۔ کوچوان نے گاڑی ہانک دی۔ گاڑی پھاٹک سے باہر نکلتے ہی جلدی جلدی چلنے لگی۔ دُوسرے حصّے کی کھڑکی کھول کر منی شنکر نے یہ سب دیکھا۔ آج اُنہیں اچانک خیال ہو آیا۔ کہ یہ کام اچھا نہیں ہُوا۔

(۱۱)

منی شنکر کو ساری رات نیند نہیں آئی۔ رات بھر اُن کے کانوں میں گاڑی کے چلنے کی تیز آواز گونجتی رہی۔ تڑکے ہی وہ پلنگ پر سے اُٹھ کر باہر آئے۔ آتے ہی اُنہوں نے دیکھا۔ کہ دروازے پر ایک ناواقف آدمی بہت ہی خستہ حالت میں اُونگھتا سا بیٹھا ہے۔ پاس پہنچتے ہی وہ اُٹھ کر کھڑا ہو گیا۔ اور بولا۔ "مَیں ایک مسافر ہوں۔"
جب منی شنکر وہاں سے چلنے لگے۔ تب اُس نے پیچھے سے پکار کر پوچھا۔ "کیا منی شنکر کا مکان یہی ہے؟"

اُنہوں نے مُڑ کر کہا۔ "ہاں"

"کیا آپ بتلا سکتے ہیں کہ اُن سے کِس وقت ملاقات ہو سکیگی؟"

"میرا ہی نام منی شنکر ہے۔"

اُس نے نمسکار کر کے: "مَیں آپ کے ہی پاس آیا ہوں۔"

منی شنکر نے اُسے سر سے پیر تک کئی بار دیکھتے ہوئے کہا۔

"کیا تم کاشی سے آ رہے ہو؟"

"جی ہاں"

"ہر دیال نے بھیجا ہے؟"

"جی ہاں"

"روپے کے لئے آئے ہو؟"

"جی ہاں"

منی شنکر نے مُسکرا کر کہا۔ "تو پھر میرے پاس کیوں آئے ہو؟ تم نے کیا سمجھا تھا کہ مَیں ہی روپے دیدونگا؟"

اُس آدمی نے سر ہلا کر کہا۔ "جی نہیں۔ ہر دیال جی نے مجھ سے کہہ دیا ہے کہ آپ مجھے روپے مل پانے کی آسانی کر دے سکیں گے۔"

منی شنکر نے بھوئیں سکوڑ کر کہا: "اچھا۔ مَیں کر دوں گا۔ تم اندر آؤ۔"

دونو آدمی ایک کمرے کے اندر جا کر دروازہ بند کر کے بیٹھ گئے۔

منی شنکر نے پوچھا: "تو کیا وہ سب باتیں بالکل سچ ہیں؟"

"جی ہاں۔ بالکل سچ ہیں۔"

اِتنا کہہ کر اُس آدمی نے کئی خطوط چٹھیاں نکالیں۔ منی شنکر نے اُن سب چٹھیوں کو شروع سے آخر تک پڑھ کر کہا۔ "لیکن اس میں بہو کا

کیا قصور ہے؟"

"جی نہیں۔ اُس کا قصور نہیں ہے۔ لیکن ماں کے قصور کی وجہ سے لڑکی بھی گناہ آلودہ ہوگئی ہے۔"

"لیکن جو خود قصوروار نہیں ہے۔ اُسے کیوں خواہ مخواہ مصیبت میں پھنساتے ہو؟"

"کیا کروں۔ اور کوئی اوپائے ہی نہیں ہے۔ روپے کے لئے سب کچھ کرنا پڑتا ہے۔"

منی شنکر نے کچھ دیر تک سوچ کر کہا۔ "دیکھو بھائی! اگر یہ بدنامی پھیل گئی تو میرے لئے بہت بڑی شرم کی بات ہوگی۔ چندرناتھ میرا بھتیجا ہے۔"

راکھال داس نے سر ہلا کر مستقل مزاجی سے کہا۔ "میں کیا کروں۔ بے بس ہوں۔"

"یہ بات تو تمہاری شکل دیکھنے سے ہی معلوم ہو جاتی ہے۔ اچھا۔ اگر مان لو کہ میں اپنے ہی پاس سے تم کو روپے دیدوں۔ تو کیسا ہو؟"

"یہ تو اور بھی اچھا۔ مجھے پھر چندرناتھ جی کے پاس جانے کی تکلیف ہی نہ اُٹھانی پڑیگی۔"

"مگر یہ تو طے شدہ ہے نہ کہ تم روپے پاتے ہی گاؤں چھوڑ کر چلے جاؤ گے۔ اور کسی پر یہ بات ظاہر نہ کرو گے۔"

"ہاں۔ طے شدہ ہے۔"

"کتنے روپے چاہئیں؟"

"کم از کم دو ہزار"

منی شنکر نے باہر جاکر اپنے نائب لکشمی نرائن کو بلایا۔ اور اُن سے دو تین باتیں کہیں۔ اِس کے بعد اُنہوں نے پھر اندر آکر صندوق کھولا۔ اور اُس میں سے ہزار ہزار روپے کے دو نوٹ نکال کر راکھال داس کے ہاتھ میں دیتے ہوئے کہا۔

"یہاں سے دس کوس کے فاصلہ پر سرکاری خزانہ ہے۔ وہیں جاکر اِن نوٹوں کو بھُنا لینا۔ اور کہیں پر یہ نوٹ نہیں بھُن سکیں گے۔ اور اب پھر کبھی اِس طرف مت آنا۔ مَیں تم سے مطمئن نہیں ہوں۔ اِس لئے اگر اب پھر کبھی تم اِس طرف آنے کا نام لوگے تو پھر جیتے جی واپس نہ جاسکوگے۔ یاد رکھنا مَیں پہلے ہی کہے دیتا ہوں۔"

راکھال داس چلا گیا۔ اور بہت تیزی سے چلتا ہؤا تیسرے پہر شہر میں جا پہنچا۔ اُس وقت کچہری بند تھی۔ اِس لئے اُس کا کام نہ ہوسکا۔ دُوسرے دن ٹھیک وقت پر راکھال داس نے خزانچی کے پاس پہنچ کر اُن کے سامنے دو نوٹ رکھ دئیے۔ اور کہا۔

"مجھے اِن کا روپیہ چاہیئے۔"

خزانچی نے دونو نوٹوں کو اُلٹ پلٹ کر دیکھا۔ اور اُس سے کہا۔ "یہاں بیٹھو۔"

اِس کے بعد وہ باہر نکل گئے۔ اور پولیس کے ایک افسر کو ساتھ لئے ہوئے پھر آپہنچے۔ راکھال داس کو دکھلاتے ہوئے بولے۔

"یہ نوٹ چوری کے ہیں۔ زمیندار منی شنکر بابو کا آدمی کہتا ہے۔ کہ ایک آدمی کل سویرے بھیک مانگنے کے بہانے سے اُن کے گھر میں گھُس آیا تھا۔ اور یہ دونو نوٹ چُرا کر چلتا بنا۔ نوٹوں کے نمبر

ملتے ہیں۔"

راکھال داس نے کہا۔ "مجھے تو خود منی شنکر نے یہ نوٹ دئیے ہیں۔"

خزانچی نے کہا۔ "اچھا! یہ بات عدالت میں جا کر کہنا۔"

وقت آنے پر جب راکھال داس عدالت میں پہنچا۔ تب اُس نے حاکم سے کہا۔ کہ جن کے یہ نوٹ ہیں۔ اُن ہی سے پوچھنے پر سب باتیں آپ سے آپ کُھل جائیں گی۔"

جس دن مقدمہ ڈپٹی صاحب کی عدالت میں پیش ہُوا۔ اُس دن منی شنکر جی نے وہاں حاضر ہو کر حلف لے کر یہ بیان کیا۔ کہ مَیں نے اپنے جیون میں آج تک اِس آدمی کو کبھی نہیں دیکھا۔ یہ دو نوں نوٹ میرے ہی بکس میں تھے۔ مَیں نے کسی کو دئیے نہیں۔"

راکھال اپنے آپ کو بچانے کے لئے بہت سی باتیں کہنا چاہتا تھا۔ اُن میں سے کچھ باتیں تو حاکم نے لکھ لیں۔ اور کچھ منی شنکر کے وکیل مختاروں نے گڑ بڑ کر کے اُڑا دیں۔ مطلب یہ کہ راکھال کی پر کسی نے اعتبار نہیں کیا۔ اور ڈپٹی صاحب نے اُسے دو سال قید با مشقت کی سزا دی۔

(۱۲)

ہر دیال کے گھر میں اب پُرانی داسی تک نہیں رہ گئی تھی۔ براہمنی تو بالکل ہی لاپتہ تھی۔ سر یُو نے جس وقت گھر میں قدم رکھا۔ اُس وقت وہاں کوئی نہیں تھا۔ سارا مکان بالکل خالی پڑا تھا۔ گماشتہ جی نے روتے ہوئے کہا۔ "اچھا تو بلیٹی! اب مَیں جاؤں؟"

سرجو انہیں پرنام کر کے چپ چاپ سر جھکائے ہوئے کھڑی
رہی - گماشتہ جی روتے روتے چل دئیے - ہردیال کے گھر آنے
تک بھی وہ وہاں نہ ٹھہر سکے - خواہش بھی نہیں تھی -

سندھیا کے وقت لوٹ کر ہردیال گھر آئے - سرجو کو دالان
میں بیٹھے ہوئے دیکھ کر پوچھا - "کون ہے؟"

سرجو پرنام کر کے اٹھ کھڑی ہوئی - اس نے اپنا منہ کھول
کہا - "میں ہوں"

ہردیال - سرجو!

ہردیال نے بہت ہی حیرانگی کے ساتھ اور دھیان کے ساتھ
دیکھا - کہ سرجو کے جسم پر ایک بھی گہنا نہیں ہے - جو دھوتی وہ پہنے
ہوئے ہے یا جو چادر وہ اوڑھے ہے - وہ بھی بہت ہی معمولی ہے -
اس کے ساتھ کوئی نوکر یا داسی بھی نہیں - پاس ہی ایک چھوٹا
سا معمولی بکس ضرور پڑا ہوا ہے - انہوں نے ساری باتیں سمجھ لیں
اور تمسخر سے کہا - "جو سوچا تھا ٹھیک وہی ہوا - انہوں نے نکال
دیا ہے؟"

سرجو بالکل چپ رہی - اس نے کوئی جواب نہیں دیا -

ہردیال نے تب از حد کڑوے لہجہ میں کہا - "اب یہاں تمہارا
رہنا نہیں ہو سکتا - ایک بار سہارا دے کر میں نے خوب نصیحت
پائی ہے - بس - اب اور نہیں"

سرجو نے سر جھکا کر پوچھا - "ماں کہاں ہے؟"

"وہ تو بھاگ گئی - مجھے مصیبت میں ڈال کر کھسک گئی" اس کا

جیسا چلن تھا۔ ویسا ہی اُس نے کیا۔"

مارے غصے کے ہردیال آگ ہو رہے تھے۔ اُنہوں نے یکایک طنزاً کہا۔ "مَیں نہیں جانتا کہ وہ کہاں ہے۔ شاید کہیں مزہ کرتی ہوگی۔"

سرؔیو وہیں بیٹھ گئی۔ وہ انت میں اپنی ماں کے پاس ہی لوٹ آئی تھی۔

ہردیال کہنے لگے۔ "مَیں تمہیں اپنے گھر میں جگہ دے کر اپنی جاتی (ذات) نہیں کھونا چاہتا۔ جو تمہیں اِتنے آدر سے لے گیا تھا آخر میں وہ تمہارے رہنے کے لئے ایک جھونپڑی بھی نہ بنوا سکا؟ اسی لئے ہمارے یہاں رکھ گیا ہے؟ تم یہاں سے چلی جاؤ۔"

اب سرؔیو رو پڑی۔ اُس نے روتے روتے کہا۔ "دادا جی! ماں نہیں ہے۔ اب مَیں کہاں جاؤں؟"

مگر اب ہردیال میں کسی طرح کی مہرو محبت نہیں رہی تھی۔ اُنہوں نے صاف کہہ دیا۔ "کاشی جیسے شہر میں تمہارے لئے بھی جگہ کی کمی نہیں ہوگی۔ اپنی آسانی کے مطابق کوئی جگہ ڈھونڈ لینا۔"

ہردیال اُس وقت جلے بھُنے ہوئے تھے۔ اِسی لئے وہ ایسی بات کہہ سکے۔

یہ بات سرؔیو نے اچھی طرح سمجھ لی کہ جب میرے سوامی (خاوند) نے ہی مجھے اپنے گھر میں رہنے کے لئے جگہ نہیں دی۔ تب ہردیال اپنے ہاں کیسے اور کیوں ٹھہراتے؟ اِس کے لئے اُنہیں کسی طرح کا دوش نہیں دیا جا سکتا۔ مگر کیا کرے؟ اُس کے کھڑے ہونے

کے لئے بھی کوئی جگہ نہیں۔ اپنے پتی کے گھر تو تھوڑے دنوں کے
لئے مہمان کی طرح گئی تھی۔ اور اب وہاں سے رخصت ہو آئی ہے
اِس دنیا میں وہ آدر کرنے والا اُلٹ کر بھی نہ دیکھیگا کہ میرا مہمان
کہاں چلا گیا؟

اِس وقت اُسے بہت زیادہ ذہنی تکلیف ہو رہی تھی۔ اور
وہ چُپ چاپ آنکھوں سے آنسو بہا رہی تھی۔ اِس سولہ برس کی
عمر میں ہی اُس کے سارے شوق ساری خواہشیں پوری ہو گئی تھیں
مانا نہیں۔ پتا نہیں۔ سوامی نے تیاگ (چھوڑ) دیا۔ گھر سے
رہنے کے لئے کہیں کوئی جگہ نہیں۔ ہے صرف کلنک۔ شرم و حیا
اور خوب شکل و صورت والا جوبن۔ اِنہیں لے کر زندہ رہا جا سکتا
ہے۔ مگر سرؔیو زندہ نہیں رہ سکتی۔ وہ سوچتی تھی کہ میری عمر کتنی
ہے۔ اور اب مجھے کتنے دنوں تک جلنا پڑے گا؟ چاہے جتنے دن
ہوں مگر آج اُس کا ایک نیا جنم ہے۔ اگرچہ وہ چھوٹی عمر میں ہی
بہت زیادہ دُکھ اور مصیبت جھیل چکی ہے۔ تب بھی اتنا زیادہ کلنک
اور بے عزتی اُس نے آج تک کبھی نہیں بھوگی تھی۔

ہردیال بات بات میں غضب ناک لہجے میں باتیں بول رہے تھے
اب کی بار وہ چِلّا اُٹھے۔ "تم ابھی تک یہاں کیوں بیٹھی ہو؟"
سرؔیو نے بہت ہی بے چین ہو کر پوچھا۔ "کہاں جاؤں؟"
"میں کیا جانوں"
سرؔیو نے رُندھے ہوئے گلے سے کہا۔ "دادا جی! آج رات۔"
"نہیں نہیں۔ میں تمہیں پل بھر بھی یہاں نہیں رہنے دے سکتا۔"

سریو اُٹھ کر کھڑی ہو گئی۔ اب اُس میں کچھ حوصلہ آ گیا تھا۔ اُس نے سوچا کہ سینکڑوں قصور کرنے پر بھی مَیں جس سے بھیک مانگ سکتی تھی۔ جب اُسی سے نہیں مانگی۔ تب کسی دوسرے سے مَیں کس لئے بھیک مانگوں؟" اُس نے من ہی من میں کہا۔"چاہے اور کچھ نہ ہو مگر کاشی کی گنگا تو ابھی تک نہیں سوکھی ہے؟ گنگا نہ تو سماج سے ڈرتی ہے اور نہ اُس کی جاتی ہی جا سکتی ہے۔ وہ ایک دُکھی مصیبت زدہ عورت کو اِن دُکھ کے دنوں میں مزے سے اپنی گود میں لے لیگی۔ مجھے اور کہیں پناہ نہ ملے نہ سہی۔ وہاں ضرور ملیگی۔"

سریو نے وہاں سے چلنا چاہا۔ مگر چلا نہیں گیا۔ وہ پھر بیٹھ گئی۔

ہردیال نے من میں سوچا کہ مَیں اپنے سارے جیون میں ایسی مصیبت میں کبھی نہیں پڑا تھا۔ اُن کا گلا سوکھا جا رہا تھا۔ ایسا نہ ہو۔ کہ آگے مجھ سے کچھ بولا ہی نہ جائے۔ اِسی ڈر سے وہ چلّا کر بولے "جان پڑتا ہے کہ جب تک تمہاری بے عزتی نہ ہو گی۔ تب تک تم یہاں سے نہ جاؤ گی۔ چلی جاؤ۔"

اِتنے میں اچانک کسی نے باہر سے ہردیال کو پکارا۔ وہ کچھ گھبرا گئے۔ شاید کیلاش چچا آ رہے ہیں۔ اِتنے میں کیلاش چندر ایک ہاتھ میں شطرنج کی پوٹلی اور دُوسرے ہاتھ میں حُقّہ لئے ہوئے اندر آ پہنچے۔ وہ بہت دیر سے باہر کھڑے ہوئے ہردیال کا ڈانٹنا۔ ڈپٹنا اور کہا سُنی سُن رہے تھے۔ اِسی لئے جب وہ اندر آئے۔ تب اُن کے ہاتھ میں شطرنج کی پوٹلی اور حُقّہ تو ضرور تھا۔ مگر اُن کے

چہرے پر ہنسی نہیں تھی۔ وہ سیدھے سرلو کے پاس جاکر کھڑے ہو گئے۔ اور بولے۔ "کیوں بیٹی سرلو! تم کب آئیں؟"

سرلو نے کیلاش کو پہچان کر پرنام کیا۔

کیلاش نے آشیرواد دیتے ہوئے کہا۔ "آؤ بیٹی چلیں۔ تم میرے ہاں نہ آکر یہاں کیوں آئیں؟"

اتنا کہہ کر کیلاش چندر نے ہاتھ سے حُقّہ رکھ دیا۔ اور سرلو کا بکس بغل میں دبا کر کہا۔ "چلو بیٹی! اب سندھیا ہو رہی ہے۔"

کیلاش چندر نے یہ بات اِس طرح کہی۔ گویا وہ اُسے لینے کے لئے ہی آئے ہوں۔ سرلو کی سمجھ میں کچھ بھی نہ آیا۔ اور وہ چُپ چاپ وہیں بیٹھی رہی۔

کیلاش نے پھر کہا۔ "کیوں بیٹی! تمہیں اپنے بوڑھے بابا کے ہاں چلنے میں شرم کیوں آتی ہے؟ میرے ہاں تم سے کوئی بے عزتی کی بات نہ کہے گا۔ ہم دونو دادا پوتی اچھی طرح سے رہیں گے۔ چلو۔ دیر مت کرو۔"

سرلو سے پھر بھی نہ اُٹھا گیا۔

ہر دیال نے چلا کر پوچھا۔ "چچا جی! یہ کیا کر رہے ہو؟"

"کچھ نہیں!" کہہ کر کیلاش سرلو کے بہت پاس آ گئے۔ ایسا جان پڑا کہ وہ ہاتھ پکڑنا چاہتے ہیں۔ اُنہوں نے بہت ہی بے چین لہجہ میں کہا۔ "چلو بیٹی! اُٹھو۔ تم یہاں بیٹھی ہوئی کیوں سخت سست باتیں سُن رہی ہو؟"

جب ہر دیال نے دیکھا کہ سرلو اُٹھ کر کھڑی ہو گئی۔ تب اُنہوں نے

کیلاش سے پُوچھا۔ چچا جی! کیا تم ما سے اپنے گھر لے جا رہے ہو؟"
کیلاش نے جواب دیا۔ نہیں۔"مَیں ما سے اُٹھا کر سڑک پر بٹھانے جا رہا ہوں۔"
یہ طعنہ سُن کر ہردیال نے کچھ بگڑ کر کہا۔"لیکن چچا جی! تم یہ اچھا نہیں کر رہے ہو۔ ذرا سوچ لو کہ آگے چل کر کیا ہوگا؟"
کیلاش چندر نے ہردیال کو کوئی جواب نہیں دیا۔ اور سریّو سے کہا۔"بیٹی! اُٹھو۔ جلدی چلو۔ نہیں تو پھر نہ جانیں یہ اور کیا کہہ بیٹھیں گے؟"
سریّو دروازے کے باہر نکل آئی۔ کیلاش چندر بھی بغل میں بکس دبائے ہوئے اُس کے پیچھے پیچھے چل پڑے۔
ہردیال نے پیچھے سے پُوچھا۔"کیوں چچا جی! کیا تم بھی آخر میں اپنی جاتی کھو دو گے؟"
کیلاش نے بغیر پیچھے مُڑے ہی کہا۔"ہاں۔ اگر تم لینا چاہو۔ تو لے سکتے ہو۔"
"تو پھر آج سے ہمارا۔ تمہارا کھانا پینا اور باہم برتاؤ سب بند ہو گیا۔"
اب کی بار کیلاش چندر پیچھے مُڑ کر کھڑے ہو گئے۔ اور بولے۔
"کیا مَیں کبھی کسی کے گھر بنا بُلائے ٹکڑا توڑنے گیا ہوں؟"
"نہ سہی۔ مگر پھر بھی مَیں ہوشیار کئے دیتا ہوں۔"
کیلاش کی بھوؤں میں بل پڑ گئے۔ وہ اِتنے دنوں سے کاشی میں رہتے تھے۔ آج پہلے ہی پہل وہ غصہ کرتے ہوئے دیکھے گئے۔ بولے۔

"ہردیال - کیا میں کاشی کا پنڈا ہوں یا یجمانوں کو خوش کر کے اپنا گذارہ کرتا ہوں؟ مجھے تم ڈرا کیوں رہے ہو؟" مجھے جو کچھ اچھا لگیگا کروں گا - اِس کے لئے تمھیں چنتا کرنے کی ضرورت نہیں ۔"

ہردیال نے ذرا شرمندہ ہو کر کہا -

"میں تو تمہارے ہی بھلے کے لئے ۔"

"نہیں نہیں - رہنے دو - جب میں نے پچپن سال بغیر تمہارے مشورے کے گذار دئیے ہیں - باقی دو چار برس بھی بیت جائینگے - تم گھر جاؤ ۔"

ہردیال واپس ہو گئے -

کیلاش چندر نے اپنے گھر پہنچ کر بکس رکھتے ہوئے بہت ہی سیدھے طور سے کہا -

"بیٹی! یہ سب گھر بار تمہارا ہے - اِس کے علاوہ میں تم سے اور کیا کہوں؟ اپنی اِس گرہستی کا سب کام دھندہ دیکھو - اور اِس بوڑھے کا بھی ذرا دھیان رکھو ۔"

یہ تو ہم نہیں کہہ سکتے کہ کیلاش کو اور کچھ کہنا تھا یا نہیں - مگر سرجُو نے بہت دیر تک آنسو پونچھتے پونچھتے سوچ کر دیکھا کہ اب مجھے اور کچھ بھی نہیں کہنا ہے -

سرجُو کو سہارا مل گیا -

(۱۳)

جب سردیوں کی صبح کو ہوا کلیلیں کرتی ہوئی چندر ناتھ کے کمرے میں داخل ہوتی - تب ساری رات جاگتے رہنے کے بعد

اُنہیں نیند آجاتی - اور پھر جب سورج کی گرم کرنیں جنگلے میں سے ہو کر اُن کے چہرے اور آنکھوں پر پڑتیں تب اُن کی نیند پھر ٹوٹ جاتی - مگر نیند کا جوش کسی طرح بھی کم ہی نہیں ہوتا - رگ رگ میں سمایا رہتا ہے - پھر بھی وہ بہت زور کر کے بستر چھوڑ کر باہر نکل آتے - دن بھر کوئی کام کاج نہیں - کسی طرح کی تفریح نہیں - شوق نہیں - ڈکھ یا کلیش بھی اکثر نہیں - اور سُکھ کی خواہش تو اُنہوں نے بالکل ہی چھوڑ دی ہے - اُن کے دن ایک طلوعِ آفتاب سے دوسرے طلوعِ آفتاب تک اُسی طرح چلے جانے لگے - جس طرح کسی کہنہ تن دریا پر شام کو بڑی اور بوجھ سے لدی ہوئی بیڑی اِدھر اُدھر ہل جُل کر اور ٹیڑھی میڑھی ہو کر آہستہ آہستہ حسبِ خواہش چلی جایا کرتی ہے - اُنہوں نے یہ بات بہت اچھی طرح سمجھ لی ہے کہ چاروں طرف دُور دُور تک پھیلے ہوئے سیاہ بادلوں نے میرے سُکھ کے سُورج کو زندگی کی دوپہر میں ہی ڈھک لیا ہے - اور ان بادلوں کی آڑ میں ہی ایک دن وہ غروب ہو جائیگا - اِس زندگی میں پھر کبھی اُس کے درشن نہ ہوں گے - اُن کی اِس سنسان کوٹھڑی میں اِس پاس کی سیاہ پرچھائیں دِن بدِن گھنی سے اور بھی گھنی ہونے لگی - اور وہ اُسی میں بیٹھے بیٹھے آس سے بند ہوتی ہوئی آنکھوں سے دیکھتے ہوئے اپنے دن بتانے لگے -

ہر کالی کہا کرتی کہ اِسی اگہن مہینے میں چندر ناتھ کا دُوسرا بیاہ ہوگا - مگر چندر ناتھ بالکل خاموش رہا کرتے - اُن کا یہ

خاموش رہنا اُن کی ہاں ظاہر کرنا ہے یا کچھ اور۔ اس بارے میں اپنے خاوند کے ساتھ اکثر اُس کی بحث ہؤا کرتی۔ جب منی شنکر سے پوچھا جاتا۔ تب وہ کہتے کہ چندر ناتھ سے بغیر پُوچھے اِس بارے میں فیصلہ نہیں کیا جا سکتا۔

اب کی بار سوَر کارتک پہنچنے میں دُرگا پُوجا ہے۔ منی شنکر کے دالان میں سے شادیانے کی آواز صبح سے ہی گاؤں والوں میں آنے والی خوشی کی تقریب کی خبر پہنچا رہی ہے۔ چندر ناتھ کی نیند کھُل چکی ہے۔ نیند سے بند ہوتی ہوئی آنکھیں لئے ہوئے وہ بستر پر پڑے پڑے سُن رہے ہیں کہ شادیانوں میں سے ایک ایک کرکے کئی مختلف آوازیں نِکل رہی ہیں۔ مگر اُن میں سے ایک بھی آواز اُن کے پاس خوشی کی بولی لے کر نہیں آئی۔ بلکہ آہستہ آہستہ اُن کے دل رُوپی آسمان میں گھنگور سیاہ بادل کی چھایا پڑنے لگی۔ آج اچانک اُنہیں جان پڑا کہ اب مجھ سے یہاں رہا نہ جائے گا۔ اُنہوں نے ایک نوکر کو بلا کر کہا۔ "ہمارا سب سامان ٹھیک کر دو۔ ہم آج الہ آباد جائینگے۔"

جب ہرکالی نے یہ بات سُنی تو وہ دوڑی ہوئی آئی۔ برج کشور بھی آکر سمجھانے بجھانے لگے۔ یہاں تک کہ منی شنکر نے بھی آکر اصرار کیا کہ آج چھٹ کے دن کہیں جانے کی ضرورت نہیں ہے۔ مگر چندر ناتھ نے کسی کی بھی نہ سُنی۔

دوپہر کے وقت ہری بالا آ پہنچی۔ جب سے سرُیو گئی تھی۔ تب سے وہ نہیں آئی تھی۔

چندر ناتھ نے اسے دیکھ کر کہا۔ "دادی جی! آج تم یکایک کیسے آگئیں؟"

ہری بالا نے اُن کے سوال کا جواب دیئے بغیر ہی پُوچھا۔

"کیا آج کہیں پردیس جانے کی تیاری ہے؟"

"ہاں۔"

"مغرب جاؤ گے؟"

"ہاں"

ہری بالا نے کچھ سوچ کر نرم لہجہ میں پُوچھا۔ "کیا اور کہیں بھی جاؤ گے؟"

چندر ناتھ نے ہری بالا کا مطلب سمجھ کر کہا۔ "نہیں۔"

چندر ناتھ کچھ بے چین ہوکر ادھر اُدھر پھرنے لگے۔

ہری بالا جو کچھ کہنے کے لئے آئی تھی۔ اُسے کہنے میں اُسے شرم بھی ہو رہی تھی۔ اور حوصلہ بھی نہ ہوتا تھا۔ پھر بھی کچھ دیر تک چُپ رہنے کے بعد اُس نے ہمت کے ساتھ کہا۔

"کیوں بھیا۔ تم نے اُس کا کوئی اُپائے نہیں کیا؟"

جب سے ہری بالا آئی تھی۔ تب سے چندر ناتھ اور ہری بالا دونو کے من میں سرجُو کا ہی دھیان تھا۔ دونو اُسی کی بات سوچ رہے تھے۔ اسی لئے اس معمولی بات سے ہی دونو کی آنکھوں میں آنسو بھر آئے۔ چندر ناتھ نے اپنے آپ کو سنبھالتے ہوئے دوسری طرف دیکھ کر کہا۔ "اُپائے اور کیا کروں گا؟"

"کاشی میں وہ ہے کہاں؟"

"جان پڑتا ہے اپنی ماں کے ہی ... س ہوگی"

"ہوگی - پر ــــــ"

چندر ناتھ نے اُس کی طرف دیکھتے ہوئے پوچھا۔ "پر کیا؟"

ہری بالا نے کچھ دیر تک چُپ رہ کر نا... آواز میں کہا۔ "بھیّا - تم ناراض مت ہونا"

چندر ناتھ۔ چُپ چاپ اُس کی طرف دیکھتے رہے۔

ہری بالا نے اُسی طرح نرم لہجہ میں کہا۔ "بھیّا - اُسے کچھ روپیہ پیسہ بھیجا کرو۔ ابھی تو وہ اکیلی ہے۔ مگر چار دن بعد ــــــ"

چندر ناتھ نے بات سمجھ کر بھی جیسے نہیں سمجھی۔ پُوچھا۔ "چار دن بعد کیا؟"

چندر ناتھ کے سامنے ہی ہری بالا نے اپنی آنکھوں میں سے آنسوؤں کی دو بڑی بڑی بُوندیں پُونچھتے ہوئے کہا۔ "اُس کے پیٹ میں جو کچھ ہے۔ ایشور کرے۔ وہ جیتا رہے۔ بچا رہے۔ تب"

چندر ناتھ سر سے پیر تک کانپ اُٹھے۔ اُنھوں نے بہت ہی جلدی سے کہا۔ "دادی! آج تو شاید چھٹ ہے نہ؟"

"ہاں بھیّا"

"تو پھر آج ــــــ"

"نہیں جاؤ گے؟"

"یہی سوچتا ہُوں"

"اچھی بات ہے۔ ایسا ہی کرو۔ جب پُوجا بیت جاوے۔ تب جہاں جی چاہے وہاں جانا۔ ابھی دو چار دن گھر ...

نہ جانے کیا سوچ کر چندر ناتھ اِس بات پر راضی ہو گئے۔
وِجیادشمی بیت جانے پر ایک دن چندر ناتھ نے اپنے گماشتے کو بُلا کر پوچھا "گماشتہ جی! جب آپ کاشی میں اُسے چھوڑنے گئے تھے۔ تب ہر دیال سے کچھ کہہ بھی آئے تھے؟"
گماشتہ جی نے جواب دیا۔ اُن سے تو ملاقات ہی نہیں ہوئی۔"
چندر ناتھ نے مانو کچھ خوف زدہ ہو کر کہا۔ "ملاقات نہیں ہوئی۔ تب پھر آپ اُسے کِس کے پاس چھوڑ آئے؟ اُس کی ماں کے ساتھ تو ملاقات ہوئی تھی؟"
گماشتے نے سر ہلاتے ہوئے کہا۔ "جی نہیں۔ اُس وقت گھر میں کوئی تھا نہیں۔"
"کوئی نہیں تھا؟ اُس گھر میں کوئی رہتا ہے یا نہیں۔ اِس بات کا تو پتہ لگا لیا تھا؟ ہر دیال وہ مکان چھوڑ کر کسی اور مکان میں بھی تو جا سکتے ہیں؟"
گماشتے نے جواب دیا۔ "یہ پتہ تو لگا لیا تھا۔ ہر دیال اُسی مکان میں رہتے ہیں۔"
چندر ناتھ نے ٹھنڈی سانس بھری۔ کچھ دیر تک وہ چُپ رہے۔ پھر پُوچھا۔ "اب تک کتنے روپے بھیجے ہیں؟"
"جی۔ مَیں نے روپیہ پیسہ تو کچھ بھی نہیں بھیجا۔"
چندر ناتھ نے حیرانی، درد اور اشتیاق سے پُوچھا۔ "کچھ بھی نہیں بھیجا؟ کیوں؟"
گماشتے نے شرمندہ ہو کر کہا۔ "ماما جی نے کہا تھا کہ پانچ روپے

مہینے کے حساب سے بھیج دینا ہی کافی ہوگا۔"

یہ جواب سنتے ہی چندر ناتھ کے جسم میں گویا آگ لگ اُٹھی۔ اُنہوں نے بہت ہی بگڑ کر کہا۔ "پانچ روپیہ ماہوار کے حساب سے کیوں؟ روپیہ کیا ماماجی کا ہے؟ اب آپ برابر کاشی کے پتہ سے پانچ سو روپے ہر مہینے بھیج دیا کیجئے۔"

گماشتہ جی۔ "جو حکم"۔ کہہ کر اور کچھ حیران ہو کر چلے گئے۔

جب ہرکالی نے یہ بات سُنی۔ تب اُس نے آنکھیں نکال کر کہا۔ "وہ تو پاگل ہو گیا ہے۔"

ہرکالی گماشتہ جی کو طلب کر کے۔ پردے کی آڑ میں زور سے ہنسی۔ بُوڑھے گماشتے نے اُس کے ہنسنے کا ڈھنگ سُنا۔ اور سمجھا بھی۔ ہرکالی نے پُوچھا۔ "گماشتہ جی۔ کتنا روپیہ بھیجنے کو کہا ہے؟"

"پانچ سو روپیہ ہر مہینہ۔"

اندر سے پھر طعنہ آمیز ہنسی کی آواز سُن کر گماشتہ جی جھلّا اُٹھے۔ ہرکالی نے بہت دیر تک ہنسنے کے بعد آخر میں سنجیدگی اختیار کر کے کہا۔ "ہمارے لڑکے کو جب غصہ آتا ہے۔ تب پھر کچھ بھی نہیں سُوجھتا۔ اُس بدقسمت کا نصیب ہی ایسا ہے۔ مَیں نے پانچ روپیہ مہینہ دینے کے لئے کہا تھا۔ اِسی سے وہ بگڑ کھڑا ہُوا ہے۔ تبھی آپ سے کہا ہے کہ پانچ سو روپیہ ہر مہینے بھیجا کرو۔ گماشتہ جی آپ سمجھ گئے نہ۔ چندر ناتھ اُسے ایک پیسہ بھی نہیں بھیجنا چاہتا۔"

پہلے تو یہ بات گماشتہ جی کی سمجھ میں اچھی طرح نہیں آئی۔ مگر جُوں جُوں وہ اپنے من میں اچھی طرح سوچنے لگے۔ تُوں تُوں اُنہیں بھی

جان پڑنے لگا کہ ہرکالی کا کہنا ہی ٹھیک ہے۔ جسے گھر سے نکال دیا جاتا ہے۔ اُسے بھلا اپنی مرضی سے اتنا روپیہ کون دیتا ہے؟"

بہت کچھ سوچ وچار کر گماشتہ جی نے کہا۔ "تو پھر آپ جیسا کہیں۔ ویسا کیا جائے۔"

"بھلا اب مَیں اور کیا کہوں۔ کیا آپ اتنی سی معمولی بات بھی نہیں سمجھ سکتے؟"

گماشتہ جی نے کچھ تذبذب میں پڑ کر کہا۔ "اچھا تو پھر یہی ہوگا۔"

"پر نہیں۔ آپ اُسے پانچ روپیہ ماہوار کے حساب سے بھیج دیا کیجئے۔ اگر چندر ناتھ نہ دے۔ تو آپ میرے حساب میں سے پانچ روپے بھیج دیا کیجئے۔"

ہرکالی کو ہر مہینے پچاس روپے دستی خرچ کے لئے ملا کرتے تھے۔ گماشتہ جی نے چلتے وقت کہا۔ "اچھی بات ہے۔ بھیج دیا کروں گا۔"

چندر ناتھ گھر پر نہیں ہیں۔ الہ آباد گئے ہوئے ہیں۔ گماشتہ جی نے پہلے سوچا کہ اُنہیں چٹھی لکھ کر پوچھ لیا جاوے۔ مگر پھر سوچا کہ اس طرح کی ناممکن بات کے لئے فضول لکھا پڑھی کر کے اپنی بےسمجھی کا ثبوت دینے سے کیا فائدہ؟"

(۱۴)

اُوپر لکھے واقعہ کو ہوئے دو سال ہو گئے۔ ان دو سالوں میں چاہے اور کوئی تبدیلی ہوئی ہو۔ اور چاہے نہ ہوئی ہو۔ مگر بوڑھے کیلاش کے جیون میں بہت بڑی تبدیلی ہو گئی ہے۔ جس دن اُن کا کمل چلا گیا تھا۔ جس دن اُن کے کمل چرن نے آخری سانس لیکر آنکھیں

بند کی تھیں۔ اُس دن سے کیلاش چندر کے لئے مانو اِس بڑے سنسار نے ہی آنکھیں بند کرلی تھیں۔ لیکن سرئیو کا یہ ننھا سا بچہ اُنہیں پھر سے اُس بھولے ہوئے سنسار کے پریم سے بھرے ہوئے مشکل راستے پر لے آیا ہے۔ بہت دنوں کے بعد اُس دن پھر اُن کی چھوٹی چھوٹی آنکھوں میں پانی بھر آیا۔ اُنھوں نے آنکھیں پونچھتے ہوئے کہا۔ "ہمارے گھر وشولیشور آئے ہیں۔"

ابھی تک وہ بہت چھوٹا تھا۔ جب کوئی اُسے وِشو کہہ کر پکارتا تب وہ کوئی جواب تو نہیں دے سکتا۔ پر ہاں۔ دیکھتا رہ جاتا۔ اُس وقت وہ یا تو سرئیو کی گود میں یا یکھیا کی ماں کی گود میں اور یا بچھونے پر پڑا رہا کرتا۔ مگر جس دن سے اُس نے چوکھٹ کے باہر پیر نکالنا سیکھا ہے۔ اُس دن سے وہ یہ سمجھنے لگا ہے کہ دُودھ سے پانی اچھا ہوتا ہے اور اِس کے مطابق سرئیو کو چکمہ دے کر بغیر تذبذب کے صاف اور میلے سبھی طرح کے برتنوں میں مُنہ لگا کر گلے تک پانی پینے لگا ہے۔ جس دن سے اُسے اِس بات کا پورا یقین ہو گیا ہے کہ اپنے سفید اور نازک پیٹ اور چہرے پر کوئلے کی کالکھ یا دھول مل لینے سے جسم کی شان خوب بڑھ جاتی ہے۔ اُسی دن سے اُس نے سرئیو کی گود چھوڑ کر کیلاش چندر کی گود میں مستقل طور سے اپنے لئے پورا پورا گھر بنا لیا ہے۔

صبح ہوتے ہی کیلاش چندر آواز دیتے۔ "وِشو!"۔ وِشو مُنہ آگے بڑھا کر آواز دیتا۔ "دادا"۔ کیلاش چندر کہتے۔ "چلو تو بیٹا۔ شمبھو مِصر کو ایک بازی مات کر آدیں۔" وشو جھٹ ہاتھ میں شطرنج کی

پوٹلی اُٹھا کر توتلی زبان سے کہتا۔ "تلو"۔ اور دونو ہاتھ پھیلا کر بُوڑھے کیلاش کے گلے سے زور سے لپٹ جاتا۔ کیلاش چندر کو اُس وقت از حد خوشی ہوتی۔ وہ سریُو کو بُلا کر کہتے۔ "بیٹی! ہمارا وِشو پکا کھلاڑی ہوگا"۔ سریُو ہونٹ دبا کر ہنسا کرتی۔ وِشو ہاتھ میں شطرنج کی پوٹلی لے کر بُوڑھے کیلاش چندر کی گود میں چڑھ کر شطرنج کھیلنے کے لئے باہر چلا جاتا۔ راستے میں اگر کوئی ہنسی سے کہہ بیٹھتا۔ "چاچا جی! کیا بُڑھاپے میں یہ اور دو ہاتھ نکل آئے ہیں؟" تو وہ ہنس کر جواب دیتے۔ "ہاں بھائی! اب ہمارے دونو ہاتھوں میں زور نہیں رہ گیا ہے۔ بالکل سُوکھ گئے ہیں۔ اسی لئے یہ اور دو نئے ہاتھ نکل آئے ہیں۔ جس سے سنسار روپی اِس درخت سے نیچے نہ گر پڑوں"! تب وہ یہ کہتا ہُوا کھسک جاتا۔ کہ بھائی۔ بُوڑھے بابا سے بات کرنے میں کوئی جیت نہیں سکتا۔

شنبھو مصر کے گھر میں جہاں بیٹھ کر لوگ شطرنج کھیلتے ہیں۔ وہاں شریمان وشویشور کے لئے بھی ایک جگہ مقرر ہے۔ وہ دادا جی کی گود میں بیٹھ کر لال رنگ کی تھیلی جھلایا کرتا۔ اور سنجیدہ انداز سے دیکھتا رہتا۔ مانو ضرورت ہوگی تو وہ دو ایک چالیں بھی بتلا دے گا۔

جب دادا جی کے ہاتھ سے ہاتھی دانت کے مُہرے ایک ایک کر کے مارے جاتے۔ تب وشویشور بڑے اشتیاق سے اُن مُہروں کو پیٹ پر رکھ کر دبا لیا کرتا۔ مگر لال رنگ کے وزیر پر اُس کا

سب سے زیادہ دھیان رہتا۔ وہ جب تک اُس کے ہاتھ میں نہیں آجاتا۔ تب تک ہوس بھری نظر سے اُسی کی طرف دیکھتا ہی رہتا۔ بیچ بیچ میں اُس کے لئے تاکید کرتا ہُوا کہہ بھی دیتا۔ "دادا! وہ"۔ کیلاش چندر کھیل کے جھونک میں جھلّا کر کہہ دیا کرتے۔ "ٹھہرو بیٹا!" کبھی کبھی وہ جب اِدھر اُدھر کھسک جایا کرتا۔ اُس وقت کیلاش کا من بے لگام ہو کر کبھی اُس کی طرف اور کبھی شطرنج کی طرف آتا جاتا رہتا۔ اور اِسی میں ایک آدھ مہرا مارا جاتا۔ کیلاش چندر ادبٹ کر پکارتے۔ "آؤ بیٹا۔ دیکھو ہم ہار رہے ہیں۔ آؤ تو سہی۔ دَوڑ کے چلے آؤ۔ وشویشور دوڑتا ہُوا چلا آتا۔ اور آکر پھر اپنی جگہ پر بیٹھ جاتا۔ ساتھ ہی بُوڑھے کا شوق اور ہمت بھی دُگنی ہو جاتی۔ جب کھیل ختم ہو جاتا۔ تب وہ لال رنگ کا وزیر ہاتھ میں لئے ہوئے داداجی کی گود میں چڑھ کر گھر آتا۔

اِس طرح نئے ڈھنگ سے کیلاش چندر کے دن بیتنے لگے۔ اور جو پُرانے بندھے ہوئے اصول تھے اُن میں غفلت ہونے لگی۔ اب پہلے کی طرح شطرنج کی پوٹلی کا اتنا زیادہ خیال نہیں ہوتا۔ اب وہ اکثر گھر کے ایک کونے میں پڑی رہا کرتی۔ شمبھو مصر سے بھی روز صبح ملاقات کرنے کا اُنہیں موقع نہیں ملتا۔ گنگا پانڈے کے ساتھ دوپہر کا کھیلنا تو مانو ایک طرح سے بند ہی ہو گیا۔ اب سندھیا کے وقت مکند گھوش کی بیٹھک میں پہلے کی طرح لوگوں کا جماؤ نہیں ہوتا۔ مکند گھوش بھی بُلاتے بُلاتے ہار جاتے۔ مگر کیلاش چندر رات کے وقت کسی طرح بھی اُن سے نہ مِل سکتے۔

اُس وقت وہ دیئے کی روشنی میں بیٹھ کر اپنے نئے چیلے کو شطرنج کھیلنا سکھایا کرتے۔ کہتے "وِشو! گھوڑا ڈھائی گھر چلتا ہے۔"

وشو سنجیدگی سے کہتا "گھوڑا؟"

"ہاں۔ گھوڑا"

"گھوڑا۔ چلے؟"

"ہاں گھوڑا چلے۔ ڈھائی گھر چلے۔"

وشویشور کے من میں نیا ہی جذبہ پیدا ہوتا۔ وہ کہتا۔ "گاڑی بھی چلے۔"

کیلاش چندر مشاش ہو کر مخالفت کرتے ہوئے کہتے۔ "نہیں بیٹا! یہ گھوڑا گاڑی نہیں کھینچتا۔ وہ گھوڑا دوسرا ہوتا ہے۔"

اگر سریو اُس وقت پاس ہوتی تو وہ اپنے پُتر کی عقل کی تیزی دیکھ کر منہ پر آنچل رکھ کر ہنستی ہوئی چلی جاتی۔

وشو اپنی چھوٹی اُنگلی سے اشارہ کرتے کہتا "وہ" یعنی وہ لال رنگ کا وزیر ہمیں دو۔ بُوڑھے کیلاش چندر کی سمجھ میں یہ بات کسی طرح نہ آتی کہ اتنی زیادہ چیزوں کے رہتے ہوئے بھی لال رنگ کے وزیر پر ہی اس کی اتنی زیادہ نظر کیوں رہتی ہے؟

لیکن وشو کی عرض کسی طرح نامنظور ہو ہی نہیں سکتی۔ کیلاش چندر پہلے اُسے دو ایک مُہرے دیکر بھلانے کی کوشش کرتے۔ مگر وِشو بہت ہوشیار ہے۔ کسی طرح بھولتا ہی نہیں۔ اُس وقت وہ خواہش نہ ہونے پر بھی مانگی ہوئی چیز اُس کے ہاتھ میں دے کر کہتے۔ "دیکھو بیٹا! کہیں گنوا نہ دینا۔"

"کیوں؟"

"وزیر کے گم ہو جانے سے کہیں کھیل چل سکتا ہے؟"

"نہیں چلتا؟"

"نہیں بیٹا - بالکل نہیں"

رشو سنجیدگی سے کہتا - "دادا - وجیل؟"

"ہاں بیٹا - وزیر"

ایک دن بھولا ناتھ کے گھر میں کتھا تھی - کیلاش چندر نے کہا - رشو چلو کتھا سن آویں" رشو پیشور دھوتی کرتہ پہن کر - ماتھے پر بندی لگا کر - بال سنوار کر - دادا کی گود میں چڑھ کر کتھا سننے گیا - ویاس جی راجہ بھرت کی اوپاکھیان سنا رہے تھے - بڑے ہی درد بھرے لہجہ میں سنا رہے تھے کہ کس طرح اس بن باسی مہاپرش کی گود میں ہرن کا بچہ آپ سے آپ آ گیا - کس طرح اسی وقت کا پیدا ہوا ہرن کا بچہ مایوس اور پر التجا نگاہ سے پناہ کی بھیک مانگنے گیا - آہا - راجہ بھرت نے اس بے یار و مددگار کو پناہ دی - اس وقت رشو کچھ کھسک کر الگ بیٹھ گیا تھا - کیلاش چندر نے اسے کھینچ کر اپنی گود میں بٹھا لیا -

اس کے بعد ویاس جی نے بتلایا کہ کس طرح اس ہرن کے بچے نے آہستہ آہستہ ان کی ٹوٹی ہوئی محبت کی ڈور کو پھر سے باندھنا شروع کیا - اور کس طرح ان کی سینکڑوں ٹکڑوں میں ٹوٹی ہوئی محبت کی لڑی کو ان کے چاروں طرف جکڑنا شروع کیا - کس طرح وہ ان کے روزانہ کے پوجا پاٹھ بھجن دھیان اور یہاں تک کہ

ایشور چنتن میں بھی مخل ہونے لگا۔ دھیان کے وقت وہ دیکھتے کہ وہ بے سہارا جانور اشک آلود، پُر اُلفت والتماس نگاہوں سے اُن کی طرف دیکھ رہا ہے۔ اس کے بعد وہ بڑا ہونے لگا۔ دھیرے دھیرے وہ کُٹی (جھونپڑی) چھوڑ کر صحن میں۔ صحن چھوڑ کر پھلواڑی میں۔ اُس کے بعد جنگل میں اور جنگل کے دُور دُور کے راستوں میں من مانے ڈھنگ سے گھومنے پھرنے لگا۔ جب اُس کے واپس آنے کا وقت ہو جاتا اور وہ نہ آتا۔ تب راجہ بھرت پُر اشتیاق اور متفکر ہو جاتے۔ اور زور سے پکارتے۔ آؤ! آؤ! آؤ!

اس کے بعد ویاس جی نے خود روتے ہوئے اور سامعین کو رُلاتے ہوئے بتلایا کہ کس طرح ایک دن وہ اُن کے سارے جیون کا جال محبت دم بھر میں توڑ کر چلا گیا۔ جنگل کا جانور جنگل میں چلا گیا۔ اُس نے انسانی دردِ دل کو نہیں سمجھا۔ بُوڑھے بھرت نے زور سے پکارا۔ آؤ! آؤ! آؤ! مگر کوئی نہ آیا۔ کسی نے اُس بے چین بُلاوے کا جواب نہیں دیا۔ تب اُنھوں نے سارے جنگل میں ڈھونڈ ڈالا۔ ایک ایک کھوہ میں۔ ایک ایک درخت کے نیچے۔ ایک ایک جھنڈ میں رو رو کر پکارا۔ آؤ! آؤ! آؤ!

مگر کوئی نہ آیا۔ ایک دن دو دن تین دن بیت گئے۔ مگر کوئی نہ آیا۔ پہلے اُن کا کھانا پینا اور سونا بند ہوا۔ پُوجا پاٹھ بند ہوا۔ اُس کے بعد دھیان۔ وچار وغیرہ سب اُس بے مقصد ہرنی کے پیچھے پیچھے محو دم مقصد جنگلی راستوں میں گھومنے پھرنے لگا۔

ویاس جی نے کہا۔ "موت کا کالا سایہ زمین پر پڑے ہوئے بھرت کے اعضاؤں پر قبضہ کر رہا ہے۔ گلا بھر آیا ہے۔ تپے ہوئے پیاسے ہونٹ آہستہ آہستہ کانپ اُٹھتے ہیں۔ گویا وہ اس وقت بھی بُلا رہے ہیں۔ آؤ! آؤ! آؤ۔"

کیلاش چندر وشویشور کو زور سے چھاتی سے لگاکر ہائے ہائے کرکے رونے لگے۔ اُن کے باطن کی گہرائیاں کانپ اُٹھیں اور رو رو کر پُکارنے لگیں۔ آؤ! آؤ! آؤ!۔

بُوڑھے کیلاش چندر کا یہ رونا اُس بھری سبھا میں کسی کو بھی غیر قدرتی معلوم نہیں ہؤا۔ کیونکہ عمر کے ساتھ ساتھ سبھی لوگوں کا کچھ نہ کچھ کھو گیا تھا۔ اور سبھی لوگوں کا دل رو کر پُکار رہا تھا۔ آؤ! آؤ! آؤ!

کیلاش چندر آنسو پونچھتے پونچھتے وشویشور کو گود میں لے کر بولے "چلو بیٹا! گھر چلیں۔ بہت رات ہوگئی۔"

وشویشور گود میں چڑھ کر گھر چلا۔ بہت دیر تک ایک جگہ بیٹھے بیٹھے اُسے نیند آرہی تھی۔ وہ راستے میں ہی سوگیا۔ گھر پہنچ کر کیلاش چندر نے اُسے سریو کے سامنے گود سے اتارتے ہوئے کہا۔ "لو بیٹی! اپنی امانت اپنے پاس رکھو۔"

سریو نے دیکھا۔ کہ آج بوڑھے کی آنکھیں بہت بھاری ہو رہی ہیں۔

(۱۵)

اِن دو برسوں میں چندر ناتھ کا اپنے گھر کے ساتھ کوئی تعلق

ہی نہیں رہا۔ ہاں جب اُنہیں روپوں کی ضرورت ہوتی تھی۔ تب وہ اپنے گماشتے کو چٹھی لکھ بھیجتے تھے۔ اور گماشتہ جی اُن کے لکھے ہوئے پتے پر روپے بھیج دیتے تھے۔

ہرکالی بیچ بیچ میں اپنا دُکھ ظاہر کر کے چٹھی لکھا کرتی تھی۔ برج کشور بھی چٹھی کے ذریعے واپس آنے پر اصرار کرتے تھے۔ مِنی شنکر نے بھی ایک دو چٹھیوں میں لکھا کہ ہماری جسمانی حالت دھیرے دھیرے خراب ہو رہی ہے۔ اِس لئے ایک دفعہ تمہیں دیکھنے کی خواہش ہوتی ہے۔

پہلے تو چندر ناتھ نے اِس طرح کی باتوں پہ کوئی توجہ ہی نہیں دی۔ مگر جب ہری بالا نے لکھا۔ کہ اگر آسانی ہو تو تم ایک دفعہ یہاں آؤ۔ میں تم سے کچھ گفتگو کرنا چاہتی ہوں۔ تب چندر ناتھ بستر بوریا باندھ کر گاڑی میں سوار ہو گئے۔

ہری بالا اگر کچھ کہے۔ اگر کوئی چٹھی۔ کوئی دستی لکھا ہُوا دِکھلاوے اور اُس میں بیتے ہوئے سُکھ کا کچھ احساس ہو تو ——— ؟ ۔کچھ نہیں۔ پھر بھی چندر ناتھ نے جلدی سے گھر آنا چاہا۔ مگر جس امید پر وہ اتنا بڑا راستہ طے کر کے آئے۔ گھر آنے پر وہ پوری نہیں ہوئی۔ جب ہری بالا سے ملاقات ہوئی۔ تب پوچھا "کہو دادی جی! اور کیا کہنے کو تھیں؟"

"بس۔ اور کچھ نہیں"

مایوس ہو کر چندر ناتھ نے کہا۔ "تو پھر کیوں مجھے فضول اتنا تکلیف دے کر یہاں تک بلایا؟"

"تمہارا گھر نہ آنا کیا اچھا نظر آتا ہے؟"

اس کے بعد ہری بالا نے پھر ٹھنڈی سانس لیتے ہوئے کہا۔ "بھیا - جو کچھ ہونا تھا وہ تو ہو گیا - اب پھر گرہستی نہیں بناؤ گے تو ہم لوگوں کو بہت زیادہ دُکھ ہوگا۔"

چندر ناتھ نے تارک انداز سے مُنہ پھیر کر کہا۔ "اس کے لئے مَیں کیا کروں؟"

مگر منی شنکر نے کسی طرح نہ چھوڑا۔ ہاتھ پکڑ کر کہا۔ "بیٹا! تم مجھے معاف کرو۔ اُس دن سے مَیں جس آگ میں جل رہا ہوں۔ اُسے صرف باطن کی جاننے والے ہی جانتے ہیں۔"

چندر ناتھ مشکل میں پھنس گئے۔ مگر بات نہ کر سکے۔

منی شنکر پھر کہنے لگے۔ "اب تم دوسرا بیاہ کر کے سنسار دھرم کا (دُنیاوی فرائض کو پُورا) کرو۔ مَیں نے تمہارے من کے مطابق ایک لڑکی ڈھونڈ رکھی ہے۔ صرف تمہارا مطلب جاننے کے لئے ہی مَیں نے ابھی تک کوئی زبان نہیں دی ہے۔ کیا ایک بیوی کے مر جانے پر لوگ دوسرا بیاہ نہیں کرتے؟"

چندر ناتھ نے آہستہ سے کہا۔ "پہلے یہ خبر مل جائے کہ پہلی بیوی مر گئی ہے۔ تب دیکھا جائیگا۔"

"شِو! شِو! بیٹا۔ ایسی بات مُنہ سے نہیں نکالنی چاہیے۔"

چندر ناتھ چُپ رہ گئے۔

پھر منی شنکر رو پڑے اور بولے۔ "مجھے خیال آتا ہے کہ مَیں نے ہی تمہیں تارک الدنیا کیا ہے۔ میرا یہ دُکھ مرنے پر بھی نہیں جائیگا۔"

چندر ناتھ نے بہت دیر تک سوچ کر پوچھا۔ "کہاں پر بات چیت کی ہے؟"

منی شنکر آنسو پونچھ کر اٹھ بیٹھے۔ بولے۔ "کلکتے میں۔ اگر تم خود جاکر ایک بار دیکھ آؤ۔ تو پھر سب ٹھیک ہو جائے۔"

"اچھا تو میں کل ہی جاؤں گا۔"

منی شنکر نے دعا دیتے ہوئے کہا۔ "ہاں ایسا ہی کرو۔ اگر تمہیں پسند ہو تو مجھے چٹھی لکھنا۔ میں گھر کے سب لوگوں کو لے کر فوراً کلکتے آجاؤں گا۔"

تھوڑی دیر ٹھہر کر منی شنکر نے پھر کہا۔ "بیٹا! چندر ناتھ۔ اب میں بہت دنوں تک نہیں جیوں گا۔ تمہیں پھر سے سنساری اور سکھی دیکھ لوں۔ تو خوشی سے مروں۔"

دوسرے دن چندر ناتھ کلکتے جا پہنچے۔ بابا برج کشور بھی ساتھ تھے۔ جب کنیا کو دیکھ چکے۔ تب برج کشور نے کہا۔

"لڑکی تو دیکھنے میں بالکل لکشمی جان پڑتی ہے۔"

چندر ناتھ نے منہ پھیر لیا۔ اپنا کوئی خیال ظاہر نہیں کیا۔ پھر سٹیشن آکر ٹکٹ لے کر دونوں آدمی گاڑی پر سوار ہو گئے۔

برج کشور نے پوچھا۔ "کیوں بیٹا! پسند آئی نہ؟"

چندر ناتھ نے سر ہلا کر کہا۔ "نہیں"

برج کشور گویا آسمان سے نیچے گر پڑے۔ انہوں نے کہا۔ "ایسی خوبصورت لڑکی۔ پھر بھی پسند نہ آئی؟"

چندر ناتھ نے سر ہلا کر کہا۔ "نہیں"

برج کشور دل ہی دل میں سوچنے لگے کہ مَیں نے سر یو کو نہیں دیکھا ہے۔

جب مقررہ سٹیشن پر گاڑی ٹھہری۔ تب برج کشور اُتر پڑے۔ چندر ناتھ نے الہ آباد کا ٹکٹ لیا تھا۔

برج کشور نے پوچھا "تب پھر تم کتنے دنوں میں لَوٹو گے؟"

چندر ناتھ نے کہا۔ "چچا جی کو میرا پرنام بتلا کر کہہ دینا۔ کہ میری جلد لَوٹنے کی خواہش نہیں ہے۔"

منی شنکر نے یہ سب باتیں سُن کر ماتا ٹھونک کر کہا۔ "اب جو ہوگا۔ دیکھا جائیگا۔ جہاں میرا جسم کچھ تندرست ہُوا۔ مَیں آپ ہی جا کر کاشی سے بہو کو لے آؤں گا۔ خواہ مخواہ برادری کا خوف کرکے مجھ سے عرصہ تک دوزخ میں نہ رہا جائے گا۔ اور پھر برادری ہے کون؟ ہم خود ہی تو برادری یعنی سماج ہیں۔"

ہرکالی نے یہ سُن کر دانت پیستے ہوئے کہا۔ "بوڑھا مرنے سے پہلے سٹھیا گیا ہے۔" اور گماشتے کو بُلا کر پوچھا۔ "چندر ناتھ سے کیا کیا باتیں ہوئیں؟"

"مجھ سے تو صرف یہی پوچھا تھا۔ کہ آج تک کتنا روپیہ کاشی بھیجا گیا ہے؟"

"بس خالی یہی پوچھا اور کچھ تو نہیں پوچھا؟"

ہرکالی بھیانک چہرہ بنا کر چلی گئی۔

(۱۶)

چندر ناتھ نے لیا تو تھا الہ آباد کا ٹکٹ۔ مگر راستہ میں ہی

اچانک اپنا ارادہ بدل دیا۔ اور وہ کاشی جا پہنچے۔

چندر ناتھ کے ساتھ جو دو نوکر تھے۔ اُنہوں نے کرائے کی گھوڑا گاڑی ٹھیک کی اور اُس پر اسباب وغیرہ لاد دیا۔ مگر چندر ناتھ اُس پر نہیں بیٹھے۔ نوکروں کو یہ حکم دے کر پیدل ہی دوسرے راستہ سے چل پڑے کہ تم لوگ ڈاک بنگلے میں چل کر ٹھہرو اور وہیں میری انتظار کرو۔ راستہ چلتے اُنہیں مشکل ہوتی تھی۔ مُنہ سوکھا ہُوا تھا۔ چہرے کا رنگ اُترا ہُوا تھا۔ اور جب وہ قدم بڑھاتے تھے۔ تب اُنہیں ایسا معلوم ہوتا تھا کہ گویا اُن کا ہر ایک قدم خود اُنہی کی چھاتی پر پڑ رہا ہے۔ تو بھی وہ کسی طرح چلتے ہی گئے۔ رُک نہیں سکے۔ آہستہ آہستہ ہر دیال کے گھر کا فاصلہ کم ہونے لگا۔ اِن سارے راستوں سے وہ خاص واقف تھے۔ گلی کے موڑ پر اُن کی پہچانی ہوئی وہی چھوٹی دوکان جیوں کی تیوں تھی۔ اُس دوکان کا مالک ٹھیک اُتنی ہی بڑی توند لئے ہوئے مونڈھے پر بیٹھا پکوڑیاں بنا رہا تھا۔ چندر ناتھ ذرا کھڑے ہو گئے۔ دوکان دار نے اُن کی طرف دیکھا۔ مگر صاحب لوگوں کی پوشاک پہنے ہوئے آدمی سے وہ پکوڑی خریدنے کا اصرار نہ کر سکا۔ اُن کی طرف ایک بار دیکھ کر ہی اپنا کام کرنے لگا۔

چندر ناتھ آگے چلے۔ مگر موڑ گھومنے کے بعد اُن کا پَیر کسی طرح آگے بڑھتا ہی نہ تھا۔ کاشی کی اُس تنگ گلی میں مانو نام کو بھی ہوا نہ تھی۔ اُنہیں سانس تک لینے میں تکلیف ہو رہی تھی۔ وہ دو ایک قدم چلتے تھے اور رُک جاتے تھے۔ پھر چلتے تھے۔ پھر

رُک جاتے تھے۔ راستہ کسی طرح ختم ہی نہ ہوتا تھا۔ تب بھی من میں وہ یہی چاہتے تھے۔ کہ کسی طرح یہ راستہ ختم نہ ہو۔ سوچتے تھے کہ راستہ ختم ہو جانے پر نہ جانے کیا دیکھنے کو ملے۔ اس کے بعد وہ ہردیال کے مکان کے سامنے جا کر کھڑے ہو گئے۔ بہت دیر تک کھڑے رہے۔ انہوں نے پکارنا چاہا۔ مگر گلا خشک ہو رہا تھا۔ آخر رُکے ہوئے لہجے اور ٹوٹی ہوئی آواز میں پکارا۔ اور پکار کر وہ پھر رُک گئے۔ گھڑی نکال کر دیکھی۔ نو بج چکے تھے۔ پھر ہمت کر کے پکارا۔ "پنڈت ہردیال جی!" مگر کوئی جواب نہ ملا۔ جو لوگ راستے سے چلے جا رہے تھے۔ انہوں نے چندرناتھ کی صاحبی پوشاک کو لوٹ کر دیکھا۔ چندرناتھ نے پھر پکارا۔ "ہردیال جی!"

اب کی دفعہ کسی عورت نے جواب دیا۔ "گھر میں نہیں ہیں"۔ جس نے جواب دیا وہ ایک بنگالن لونڈی تھی۔

لونڈی باہر دروازے تک آئی۔ اور چندرناتھ کو صاحبی پوشاک میں دیکھ کر دروازے کی آڑ میں چھپ گئی۔ مگر جب اُس نے انہیں مادری زبان میں ہی باتیں کرتے سُنا۔ تب وہ خوفزدہ ہو کر بھاگی نہیں۔ مگر آڑ میں سے ہی بولی۔ "وہ گھر میں نہیں ہیں"۔

"کب تک آویں گے؟"

"دوپہر تک"

چندرناتھ مکان کے اندر چلے گئے۔ خوشی۔ شرم اور شکوک تینوں کے ملنے سے اُن کا کلیجہ اندر سے کانپ اُٹھا۔ وہ سمجھتے

تھے کہ اندر سرپڑ ہے۔ مگر اندر پہنچنے پر انہیں تو ہاں کوئی دکھائی نہ دیا۔ انہوں نے پوچھا "کیا اِس گھر میں اور کوئی نہیں؟"

"نہیں"

"یہ لوگ کہاں ہیں؟"

"کون؟"

"ایک عورت"

"یہاں تو میرے سوا اور کوئی نہیں رہتا"

"ایک چھوٹا لڑکا تھا نہ؟"

"نہیں۔ یہاں تو کوئی نہیں ہے"

چندر ناتھ نے پیڑھے پر بیٹھ کر کہا "تو پھر وہ لوگ کہاں گئے" داسی فکر میں پڑ گئی۔ اُس نے کہا "جی نہیں۔ یہاں تو کوئی نہیں رہتا۔ پنڈا جی رہتے ہیں اور میں رہتی ہوں۔ اِدھر تو ایک مہینے سے یہاں کوئی مہمان بھی نہیں آیا"

چندر ناتھ ساکن ہو کر زمین کی طرف دیکھتے رہے۔ اُن کے من میں جو باتیں اُٹھ رہی تھیں۔ انہیں انتریامی ہی جانتے تھے۔ بہت دیر کے بعد انہوں نے پھر پوچھا "تم یہاں کتنے دنوں سے ہو؟"

"کوئی ڈیڑھ سال سے"

"تو بھی تم نے یہاں کسی کو نہیں دیکھا؟ ایک گوری عورت تھی۔ اور اُس کی گود میں ایک چھوٹا سا لڑکا یا لڑکی تھی۔ یا خالی وہ عورت ہی ہو۔ کیا تم نے کسی کو نہیں دیکھا؟"

"جی نہیں۔ میں نے تو کسی کو نہیں دیکھا۔"

"کسی سے اُن لوگوں کا کوئی ذکر بھی نہیں سُنا؟"

"جی نہیں۔"

چندر ناتھ نے پھر اور کوئی بات نہیں پُوچھی۔ وہ چُپ چاپ بیٹھ کر ہردیال کے آنے کی انتظار کرنے لگے۔ اُنہوں نے اچھی طرح سمجھ لیا۔ کہ اب سریُو اِس سنسار میں نہیں ہے۔ تب بھی وہ یہ بات اپنے کانوں سے سُن لینا چاہتے تھے۔ اور اسی لئے وہاں بیٹھے رہے۔ مگر وہاں ایک ایک منٹ اُنہیں ایک ایک سال کے برابر معلوم ہونے لگا۔

دوپہر کے بعد ہردیال گھر آئے۔ پہلے تو چندر ناتھ کو دیکھ کر وہ کچھ حیران ہوئے۔ مگر پھر پہچان کر خشک لہجہ میں بولے۔

"چندر بابو آپ ہیں۔ کہئے کب آئے؟"

چندر ناتھ نے پھٹی ہوئی آواز میں کہا۔ "بہت دیر ہو گئی۔ وہ لوگ کہاں ہیں؟"

"وہ لوگ؟۔ ہاں وہ لوگ۔؟"

چندر ناتھ کانپتے کانپتے اُٹھ کھڑے ہوئے۔ اپنا سارا زور لگا کر اُنہوں نے اپنے آپ کو سنبھالا۔ اور پوچھا۔ "وہ کب مری؟"

"کون کب مری؟"

چندر ناتھ نے خشک اور پھٹے گلے سے چلا کر پوچھا۔ "سریُو کب مری؟"

ہر دیال نے اب اُن کی بات سمجھی - اُنہوں نے کہا۔" وہ مری نہیں - اچھی طرح ہے۔"

" کہاں ہے ؟"

" کیلاش چچا کے گھر۔"

" وہ کہاں رہتے ہیں ؟"

" جہاں یہ گلی ختم ہوتی ہے - وہیں کٹھل کے درخت کے نیچے اُن کا مکان ہے۔"

چندر ناتھ سر پکڑ کر بیٹھ گئے - بہت دیر تک چُپ چاپ بیٹھے رہنے کے بعد اُنہوں نے اطمینان کے ساتھ پُوچھا -" وہ یہاں کیوں نہیں ہے ؟"

ہر دیال نے سوچا کہ میں نے کوئی بُرا کام کیا ہی نہیں ہے - فضول شرمندہ ہونے کی کوئی ضرورت نہیں - اور تب ہمت کر کے کہا - " آپ بھی جسے اپنے گھر میں جگہ نہ دے سکے - اُسے میں کیسے رکھتا ؟ مجھے بھی تو چار آدمیوں سے کام پڑتا ہے ؟"

چندر ناتھ نے سمجھ لیا کہ ہر دیال کا کہنا بہت درست ہے - پھر کچھ سوچ کر پوچھا -" وہ کیلاش چچا کے گھر میں کیسے گئی ؟"

" وہ اُسے خود ہی لے گئے تھے -"

" وہ کون ہیں ؟"

" یہیں کاشی کے رہنے والے ایک دُکھی برہمن ہیں -"

" سرجو انہیں پہلے سے جانتی تھی ؟"

" ہاں - بہت اچھی طرح جانتی تھی -"

"اُن کی عمر کتنی ہے؟"

ہردیال نے من ہی من میں ہنس کر کہا۔ "مَیں سمجھتا ہوں کہ بھی ساٹھ برس کی ہوگی۔ وہ سرٹیو کو لڑکی کی طرح مانتے ہیں۔"

"وہاں اور کون رہتا ہے؟"

"ایک داسی۔ سرٹیو اور وِشو۔"

"وِشو کون؟"

"سرٹیو کا لڑکا۔"

چندر ناتھ اُٹھ کر کھڑے ہو گئے۔ اور بولے۔ "اچھا۔ تو مَیں اب چلتا ہوں۔"

ہردیال نے اُنہیں نہیں روکا۔ اور وہ آہستہ آہستہ باہر نکل آئے۔ جہاں گلی ختم ہوتی ہے۔ وہاں پہنچ کر اُنہوں نے ایک آدمی سے پوچھا۔ "آپ جانتے ہیں۔ کیلاش چاچا کس مکان میں رہتے ہیں؟"

اُس نے اُنگلی سے ایک مکان کی طرف اشارہ کیا۔ چندر ناتھ ایک دم اندر جا پہنچے۔ اُنہیں سامنے اور تو کوئی دکھائی نہیں دیا۔ ہاں برآمدے میں ایک تندرست و توانا، خوبصورت بچہ ایک تھالی میں پانی لئے ہوئے اپنا سارا جسم اُس سے بھگو رہا تھا اور بیچ بیچ میں بڑے صبر اور خوشی سے دیکھ رہا تھا کہ تھالی میں پڑنے والی پرچھائیں کس طرح رہ رہ کر کانپ رہی ہیں۔ اور ہنس ہنس کر مذاق کر رہی ہیں۔ چندر ناتھ نے جھٹ اُس بالک کو گود میں اُٹھا لیا اور پھر کمرے میں داخل ہو گئے۔ بالک نے کوئی حیرانی یا خوف ظاہر نہیں کیا۔ معلوم ہُوا کہ کسی ناواقف کی گود میں

جانا اُس کے لئے کوئی نئی بات نہیں ہے۔ اُس نے چندر ناتھ کی ناک پر اپنا نازک ہاتھ رکھ کر پوچھا "تم کون ؟"

چندر ناتھ نے بہت محبت سے اُس کا منہ چوم کر کہا۔ "ہم بابو جی ہیں "

"بابو جی ؟"

"ہاں۔ بابو جی۔ اور تم کون ہو ؟"

"میں۔ ربتو "

چندر ناتھ نے اپنی گھڑی اور چین اُتار کر اُس کے گلے میں پہنا دی۔ اور جیب میں سے چاقو۔ پنسل۔ منی بیگ جو پایا سب نکال کر اُس کے ہاتھ میں دیدیا۔ اب ڈھونڈنے پر اُنہیں اپنے پاس کوئی ایسی چیز نہیں ملی۔ جو وہ اپنے لڑکے کے ہاتھ میں دے سکتے۔

بہت سی چیزیں ایک ساتھ ہی ہاتھ میں پاکر وشو خوش ہو کر بولا۔

"بابو جی !"

چندر ناتھ نے اُس کا چھوٹا سا منہ اپنے منہ سے ملا کر کہا۔

"بیٹا "

اتنے میں بکھیا کی ماں نے آفت مچادی۔ اُس نے یکایک کھڑکی میں سے دیکھا کہ ایک صاحب بہادر گھر میں گھس آئے ہیں۔ اور وشو کو گود میں لئے ہوئے اِدھر اُدھر گھوم رہے ہیں۔ وہ دم دو کر ایک دم رسوئی گھر میں دوڑی گئی۔ گھر میں کیلاش چندر تھے نہیں۔ بہت دنوں بعد آج وہ وشو ناتھ جی کے درشن کرنے گئے تھے۔

ابھی تھوڑی دیر پہلے سرئیو بھی درشن کر کے آئی تھی اور رسوئی گھر میں رسوئی بنا رہی تھی۔ رکھیا کی ماں نے وہاں پہنچ کر ہانپتے ہوئے کہا۔ "ماں جی!"

"کیا ہے ری؟"

رکھیا کی ماں نے اُسی طرح ہانپتے ہوئے کہا۔ "گھر میں ایک صاحب آیا ہے اور وہ وِشو کو گود میں لے کر گھوم رہا ہے۔"

سرئیو حیران ہو کر "ارے پر ہے کون؟" کہتی ہوئی اُٹھی۔ وہ دروازے کی آڑ سے ہی اُس نے دیکھنا چاہا۔ مگر دیکھ نہ سکی۔

رکھیا کی ماں نے اُس کا آنچل پکڑ کر کھینچتے ہوئے کہا۔ "ارے تم اُدھر مت جانا۔ بابو جی کو آنے دو۔"

سرئیو نے اُس کی بات نہیں مانی۔ اُسے یقین ہی نہیں ہوا۔ کچھ اور آگے بڑھ کر دیکھا کہ رکھیا کی ماں جو کہہ رہی ہے۔ وہ جھوٹ نہیں ہے۔ صاحب کی پوشاک پہنے ہوئے ایک آدمی گھوم رہا ہے۔ اور وشو بشور سے باتیں کر رہا ہے۔ وہ ہمت کر کے کھڑکی کے پاس پہنچی۔ جنہیں صرف پرچھائیں دیکھ کر ہی پہچان جاتی تھی۔ انہیں آنکھوں کے سامنے دیکھ کر کیوں نہ پہچانتی؟ اُس نے جان لیا۔ کہ میرے سوامی چندر ناتھ ہیں۔

سرئیو جھٹ پاس جا پہنچی۔ اور گلے میں آنچل ڈال کر پیروں پر سر رکھ کر پرنام کر کے سامنے کھڑی ہو گئی۔

چندر ناتھ نے کہا۔ "سرئیو!"

اب خاوند اور بیوی میں باتیں ہونے لگیں۔
چندر ناتھ نے کہا۔ بہت دُبلی ہوگئی ہو!"
سرئیو اُن کے مُنہ کی طرف دیکھ کر کچھ ہنسی۔ مانو اُس نے کہنا چاہا کہ اِس میں حیرانگی کی کون سی بات ہے؟ اب پھر چندر ناتھ دشو کے پھیر میں پڑ گئے۔ سرئیو نے اُن کے جُوتوں کے فیتے کھولے۔ ایک ایک کرکے اُن کے جسم پر سے کوٹ قمیض وغیرہ اُتارے۔ پنکھا کیا۔ اور انگوچھا بھگو کر اُن کے پَیر پونچھے۔ یہ سب کام اُس نے ایسے باقاعدہ طور سے کئے۔ گویا یہ سب اُس کے روزانہ معمول کے کام ہیں۔ روز ہی اِسی طرح کیا کرتی ہے۔ اِس زندگی میں جن کے درشنوں کی اُمید نہ تھی۔ آج وہ اچانک اِتنے دنوں کے بعد آپ ہی آ پہنچے۔ یہ نہ جانے کتنے آنسو بہانے کی۔ کتنی سرد آہیں بھرنے کی بات تھی۔ مگر یہ کچھ بھی نہ ہُوا۔ سرئیو نے ایسے جذبات ظاہر کئے کہ اُس کے سوامی گویا روز ہی آیا کرتے ہیں۔ آج بھی آئے ہیں۔ شاید آج کچھ دیر کرکے آئے ہیں۔ کچھ زیادہ وقت گزار کرکے آئے ہیں۔ بس۔

لیکن چندر ناتھ کا سلوک کچھ اور ہی طرح کا نظر آتا ہے۔ اُن کی دِشو کے ساتھ ہی اِس طرح کی گاڑھی گفتگو۔ مانو گھر میں اور کوئی ہے ہی نہیں۔ کچھ غیر قدرتی سی بات معلوم دیتی ہے۔ اُس چھوٹی سی کوٹھڑی میں بے سمجھ وشویشور کے علاوہ اور کوئی نہیں تھا۔ اگر کوئی ہوتا تو وہ یہی سمجھتا کہ چندر ناتھ گویا خود ہی جرم میں دھر لئے گئے ہیں۔ اور اِس بات کو چُھپانے کے لئے ہی دل و جان سے مُنہ پھیر کر

بیٹے سے باتیں کرنے میں محو ہو گئے ہیں۔

سرجو نے کہا "جاؤ بیٹا۔ کھیلو۔"

وِشنو چارپائی سے اُترا جاتا تھا۔ چندر ناتھ نے اُسے بڑی کوشش سے نیچے اتار دیا۔ اِس سے پہلے اُس نے اپنی ماں کو پرنام کرتے ہوئے دیکھا تھا۔ اِس لئے وہ بھی پِتا کے قدموں میں اُسی طرح جُھک کر پرنام کر کے وہاں سے بھاگا۔

چندر ناتھ نے اُسے ہاتھ بڑھا کر اُسے پکڑنا چاہا۔ مگر اتنے میں ہی وہ دوڑ کر اُن کی پہنچ سے باہر ہو گیا۔

سرجو نے اُن کی چھاتی کے پاس ہاتھ رکھ کر کہا "جسم میں تو تمہارے کچھ رہا ہی نہیں۔ کیا بیمار تھے؟"

"نہیں۔ بیمار تو نہیں تھا۔"

"تو کیا بہت زیادہ فکر کیا کرتے تھے؟"

چندر ناتھ نے اُس کے مُنہ کی طرف دیکھتے ہوئے کہا "تم کیا سمجھتی ہو؟"

سرجو نے اِس بات کا کوئی جواب نہیں دیا۔ دُوسری بات چھیڑ دی۔ کہا "وقت ہو گیا ہے۔ چلو غسل کر لو۔"

چندر ناتھ نے پُوچھا "گھر کے مالک کہاں ہیں؟"

"وہ آج وشونا تھ جی کے مندر میں پُوجا کرنے گئے ہیں۔ معلوم ہوتا ہے سندھیا کے بعد آویں گے۔"

"تم اُنہیں کیا کہہ کر پکارتی ہو؟"

"سدا۔ "ناناجی" کہہ کر پکارا کرتی تھی۔ وہی کہہ کر اب بھی

پکارتی ہوں۔"

چندر ناتھ نے پھر اور کچھ نہ پوچھا۔

سرتُو نے پوچھا۔ "ساتھ ہیں اور کون آیا ہے؟"

" دو نوکر ہری اور مدھو آئے ہیں - وہ لوگ ڈاک بنگلے میں ہیں۔"

" شاید اُنہیں یہاں لانے کا حوصلہ نہیں ہوا؟"

چندر ناتھ نے اِس بات کا کوئی جواب نہیں دیا۔

جب چندر ناتھ بھوجن کرنے بیٹھے۔ تب اپنے آگے پوریوں کی تھالی دیکھ کر حیران ہوئے۔ ناخوشی سے تھالی کو ہٹا کر بولے۔

"یہ کیا ہے؟ تم اپنی روحانی حالت واضح کر رہی ہو یا مذاق کر رہی ہو؟"

سرتُو کچھ مرجھا سی گئی اور مرجھائے ہوئے چہرے سے بولی۔

"کیوں کھاؤ گے نہیں؟"

چندر ناتھ نے تھوڑی دیر تک سرتُو کے چہرے کی طرف دیکھ کر پوچھا۔ "میں کبھی دوپہر کو پوری کھاتا ہوں؟"

سرتُو دل ہی دل میں رنجیدہ ہو کر چپ رہ گئی۔

چندر ناتھ نے کہا۔ "یہ بات تو ہے نہیں کہ تم آج مجھے پہلے پہل کھلانے بیٹھی ہو۔ میں سمجھتا ہوں کہ شاید تم یہ بھی نہیں بھولی ہو کہ میں کیا کھایا کرتا ہوں۔"

سرتُو کی آنکھوں میں پانی آ رہا تھا۔ وہ سوچ رہی تھی کہ اب وہ دن بیت گئے۔ بہت دور نکل گئے۔ اُس نے کہا۔ "بھات کھاؤ گے؟ پر ــــ"

"پر کیا؟ کیا ٹھنڈا ہو گیا ہے؟"

"نہیں ٹھنڈا نہیں ہوا ہے - میں یہاں بھی بھات بناتی ہوں"

"گھر پر بھی تو بناتی تھی"

سریو نے کچھ رُک کر کہا۔ "تم میرے ہاتھ کا بھات کھاؤ گے؟"

چندر ناتھ نے سر جھکا لیا - ابھی تک اُنہیں یہ خیال نہیں آیا تھا کہ سریو پرائی ہو گئی ہے اور اُس کا چھُوا ہُوا اَن کھایا نہیں جا سکتا - لیکن سریو کی بات کے اندر ایک بہت بڑی جوالا تھی - وہ پہلے تو دیر تک چُپ چاپ بیٹھے رہے - پھر دھیرے سے بولے "سریو - کیا جب تک تم اِس دوپہر کے وقت میری آنکھوں میں پانی نہ دیکھ لو گی تب تک تمہاری تسیری نہ ہو گی"

سریو جھٹ پٹ اُٹھ کھڑی ہوئی اور بولی - "اچھا - تو میں ابھی لے آتی ہوں"

وہاں جا کر وہ بہت روئی - پھر اُس نے آنسو پونچھے - اور پانی سے مُنہ دھویا - مگر آنسوؤں کا تار ٹوٹتا ہی نہ تھا - وہ رو رو کر آنسو پونچھتی تھی - اپنے آپ کو کسی طرح سنبھال ہی نہ سکتی تھی - لیکن یہ سوچ کر کہ سوامی بھوکے بیٹھے ہیں - وہ تھالی لے کر پھر اُن کے سامنے آئی - بہت دنوں پہلے وہ جس طرح اُن کے پاس بیٹھ کر کوشش و توجہ سے بھوجن کرایا کرتی تھی - آج بھی وہ ٹھیک اُسی طرح اُنہیں بھوجن کرانے لگی - اور وہ جب بھوجن کر چکے تب جُوٹھا تھال ہاتھ میں لے کر پھر ایک بار اچھی طرح رونے کے لئے رسوئی گھر میں چلی گئی -

دو بج گئے ہیں۔ چندر ناتھ کی گود میں وشویشور مزے میں سویا ہؤا ہے۔ اِتنے میں سریُو پہنچی۔

چندر ناتھ نے پوچھا "سب کام ہو گیا؟"

"کام تو کچھ بھی نہیں تھا۔ ہاں۔ تایا جی ابھی تک نہیں آئے"

اِس کے بعد سریُو نے گھر بار۔ گرہستی کی باتیں چھیڑ دیں۔ اپنے گھر کی ایک ایک کوٹھڑی۔ ایک ایک چیز۔ ماما۔ مامی۔ داس۔ داسی۔ گما شتہ جی۔ سہیلی ہری بالا۔ پاس پڑوس کے اور جتنے لوگ تھے۔ اُن سب کا حال پُوچھا۔ اِتنی دیر تک اُن دونوں میں سے کسی کی بھی سمجھ میں یہ بات نہ آئی کہ سریُو کو اِن سب باتوں کے جاننے سے کوئی فائدہ نہیں ہے۔ اور یہ سب باتیں بتلانے میں چندر ناتھ کو بھی وقت ہونی چاہئے۔ اُنہیں کچھ شرم کچھ جھجک ہونی چاہئے۔ ایک خوشی سے سوال کرتا جاتا ہے اور دوسرا بڑے اشتیاق سے جواب دیتا جاتا ہے۔ یہی جان پڑتا ہے کہ دونوں بہت ہی گاڑھے دوست ہیں۔ الگ ہو گئے تھے۔ اب پھر ملے ہیں۔

یکایک سریُو نے پوچھا۔ تم نے بیاہ کہاں کیا؟"

مانو یہ بالکل مذاق کی بات تھی۔

چندر ناتھ نے کہا۔ "پچھم میں"۔

"بہو کیسی ہے؟"

"تمہاری ہی جیسی"

اِس وقت سریُو نے اپنے دل میں ایک طرح کے دُکھ کا احساس کیا۔ وہ اپنے آپ کو سنبھال نہ سکی۔ بیٹھی تھی۔ لیٹ گئی۔

اُس کے چہرے کا رنگ ایک دم سے اُتر گیا۔

چندر ناتھ گھبرا کر پلنگ پر سے نیچے اُتر پڑے۔ اور پاس پہنچ کر ہاتھ پکڑ کر اُٹھانے کی کوشش کرنے لگے۔ لیکن سریُو بالکل سن ہو گئی تھی۔

تب اُس کے پاس بیٹھ کر اور سر کو اپنی گود میں لیکر اُنہوں نے روتے ہوئے پکارا۔"سریُو! سریُو!"

سریُو نے آنکھیں کھولیں۔ اور پل بھر تک سوامی کی طرف دیکھ کر پھر آنکھیں بند کر لیں۔ اُس کے ہونٹ کانپ اُٹھے۔ اور وہ لڑکھڑاتی ہوئی آواز میں کچھ بولی۔ جو سمجھ میں نہ آیا۔

چندر ناتھ بہت ہی خوف زدہ ہو کر پانی لانے کے لئے شور مچانے لگے۔ لکھیا کی ماں پاس ہی تھی۔ وہ جھٹ پانی لے کر آ پہنچی۔ مگر اُس نے کسی طرح کی گھبراہٹ ظاہر نہیں کی۔ کہا۔"بابو جی! ابھی تھوڑی دیر میں سب ٹھیک ہو جائیگا۔ انہیں بیچ بیچ میں ایسا ہی ہؤا کرتا ہے۔"

سریُو کے مُنہ اور آنکھوں پر پانی چھڑکا گیا۔ پنکھا کیا گیا۔ اور تب وشُو نے آ کر دو ایک بار اُس کے سر کے بال پکڑ کر کھینچتے ہوئے پکارا۔"ماں!"

اب سریُو کو ہوش آ گیا۔ وہ شرمسار ہو کر شریر کا کپڑا سنبھالتی ہوئی اُٹھ بیٹھی۔ لکھیا کی ماں پھر اپنا کام دھندا کرنے چلی گئی۔

اُس وقت خوف کے مارے چندر ناتھ کے چہرے پر سیاہی

دوڑ گئی تھی۔

سرٹیو ہنس پڑی۔ اُس نے بہت ہی کمزور اور شیریں طریقے سے ہنس کر کہا۔ "کیوں۔ کیا ڈر گئے تھے؟"

چندر ناتھ کی آنکھیں ڈبڈبا آئی تھیں۔ اب اُن میں سے آنسو ڈھلک پڑے۔ وہ اُنہیں ہاتھ سے پونچھتے ہوئے بولے۔ "مَیں نے تو سمجھا کہ بس۔ سب ختم ہو گیا۔"

سرٹیو نے من ہی من میں سوچا کہ تمہاری گود میں میرا سر تھا۔ بھلا اس کم بخت کے نصیب میں ایسی اچھی بات کہاں لکھی ہے۔ پھر ظاہرا طور سے بولی۔ "مجھے بیچ بیچ میں ایسا ہی ہو جایا کرتا ہے۔"

چندر ناتھ نے کہا۔ "ہاں۔ وہ تو دیکھ ہی رہا ہوں۔ پہلے نہیں ہوتا تھا۔ مگر اب ہو جاتا ہے۔ یہ بھی سمجھتا ہوں۔"

یہ کہہ کر چندر ناتھ بہت دیر تک چُپ چاپ بیٹھے رہے۔ پھر اُنہوں نے اپنی جیب سے زنگ آلود چابیوں کا ایک گُچھا نکالا۔ اور سرٹیو کے آنچل میں باندھ کر کہا۔ "لو یہ تمہارا چابیوں کا گُچھا ہے۔ میرے سپرد کر کے چلی آئی تھیں۔ آج پھر مَیں تمہیں لوٹا دیتا ہوں۔ دیکھ لو۔ کبھی یہ کام میں آیا ہے؟"

سرٹیو نے دیکھا کہ اُس کا پیارا چابیوں کا گُچھا زنگ لگنے کی وجہ سے بالکل میلا ہو گیا ہے۔ اور ہاتھ میں لے کر کہا۔ "یہ اُس کو کیوں نہیں دیا؟"

چندر ناتھ کا خشک اور مُرجھایا ہُوا چہرہ ایک دم حقیقی مسکرا

سے بھر گیا۔ اُن کی دونو آنکھوں میں بے حد محبت ناچنے لگی۔ تو بھی اُنہوں نے اپنے آپ کو سنبھال کر کہا۔ "اُسی کو تو دیا ہے سریُو!"

سریُو اچھی طرح نہیں سمجھی۔ کھوڑی دیر تک سوامی کے مُنہ کی طرف مشکوک نگاہوں سے دیکھنے کے بعد اُس نے نرم لہجہ میں کہا۔ "مَیں نئی بہُو کی بات کہہ رہی ہوں۔ تمہاری جو دوسری نئی بیوی ہے۔ اُسے کیوں نہیں دیا؟"

اب چندر ناتھ اپنے آپ کو نہ سنبھال سکے۔ اُنہوں نے ایک دم دونو ہاتھ بڑھاکر سریُو کا مُنہ کھینچ کر اپنی چھاتی سے لگا لیا۔ اور کہا۔

"اُسی کو تو دیا ہے سریُو۔ میری دو بیویاں نہیں۔ ایک ہی ہے۔ مگر وہ کبھی پُرانی نہیں ہوتی۔ سدا نئی ہی رہتی ہے۔ پہلے جب مَیں اُسے اِس کاشی سے وشونا تھ جی کے پرساد کی مانند اپنے کلیجے پر رکھ کر لے گیا تھا۔ اُس دن وہ جیسی نئی تھی۔ آج پھر جب مَیں وشونا تھ جی کے چرنوں میں سے اُٹھا لے جانے کے لئے آیا ہوں۔ تب بھی اُسی طرح نئی ہے۔"

سندھیا کے وقت دِیا جلاکر اور لڑکے کو گود میں لے کر سریُو اپنے خاوند کے قدموں کے پاس آ بیٹھی۔ اور بولی۔ "بغیر تایا جی سے ملاقات کئے تم نہیں جا سکو گے۔ آج رات کو تمہیں یہیں رہنا ہو گا۔"

چندر ناتھ نے کہا۔ "مَیں بھی کچھ ایسے ہی عنوان دیکھ رہا ہوں۔

جان پڑتا ہے۔ آج نہیں جا سکوں گا۔"

سریو بہت دیر سے ایک بات کہنا چاہتی تھی۔ لیکن حیا کی وجہ سے کہہ نہیں سکتی تھی۔ ابھی تک وقت بھی نہیں ملا تھا۔ اب اُس نے کہا۔ "تم سے کیسی شرم؟"

چندر ناتھ سریو کے مُنہ کی طرف دیکھتے ہوئے چُپ ہو رہے۔

سریو نے کہا۔ "سوچا تھا کہ تمہیں ایک چٹھی لکھوں۔"

"لکھی کیوں نہیں۔ مَیں نے تو منع نہیں کیا تھا؟"

سریو نے کچھ سوچ کر کہا۔ "ڈر لگتا تھا کہ کہیں تم ناراض نہ ہو جاؤ۔ اچھا۔ اب تم کب آؤ گے؟"

"جب تم کہو گی۔ تب"

سریو نے پہلے تو من میں سوچا کہ اُسی وقت وہ بات کہو نگی۔ مگر فوراً ہی خیال آیا کہ آدمی کے جسم کا کوئی بھروسہ نہیں۔ اگر ابھی نہیں کہتی ہوں تو پھر شاید کہہ ہی نہ پاؤں گی۔ ممکن ہے یہ پھر بھی آویں مگر یہ بھی تو ممکن ہے کہ اِن کے آنے کے وقت تک میرا جسم ہی جل کر راکھ ہو جائے اور کہیں کا کہیں اُڑ جائے۔ اِس طرح تفصیل کر کے کہا۔ "تمہارے سامنے مجھے کوئی شرم نہیں ہے۔"

"یہ تو مَیں سُن چکا۔ آگے بھی کچھ کہو گی یا نہیں؟"

سریو نے کچھ دیر تک رُک کر کہا۔ "اب مَیں جینا نہیں چاہتی۔ اِس طرح سے جینا اچھا نظر نہیں آتا۔"

چندر ناتھ نے سوچا کہ یہ بات تو ہنسی کی معلوم نہیں ہوتی۔ اُنہوں نے اچھی طرح دیکھا۔ سریو کا چہرہ پھر غمگین ہو گیا ہے۔

تب خوف زدہ ہو کر پوچھا۔ "سریو! تمہیں کوئی بھاری روگ تو نہیں لگ گیا ہے؟"

سریو نے غمناک ہنسی ہنس کر کہا۔ "یہ تو میں نہیں کہہ سکتی مگر ہاں۔ بیچ بیچ میں میرے کلیجے میں بہت درد ہوا کرتا ہے۔"

چندر ناتھ نے کہا۔ "اور یہ غشی؟"

"نہیں۔ یہ تو کچھ نہیں ہے۔"

چندر ناتھ نے من ہی من میں سوچا کہ جو کچھ ہونا تھا۔ وہ تو ہو گیا۔ مگر اب میں اپنا سب کچھ لگا کر بھی تمہیں اچھا کروں گا۔

سریو نے کہا۔ "میں تم سے ایک بھیک مانگتی ہوں۔ دو گے؟"

"میں اپنے لئے کچھ بھی نہیں چاہتی۔ مگر جب میری موت کی خبر سنو۔ تب۔۔۔"

اسی وقت اس نے لڑکے کو چندر ناتھ کے پیروں کے پاس بٹھا کر کہا۔ "تب ایک بار یہاں آ کر بچے کو لے جانا۔"

چندر ناتھ نے جوش محبت سے وشویشور کا منہ چوم لیا۔

اتنے میں ہی باہر سے کیلاش چندر نے پکارا۔ "بیٹا۔ وشو!"

وشویشور جھٹ پتا کی گود میں سے جھٹ پٹا کر اتر پڑا۔

"دادا جی!"

سریو اٹھ کر کھڑی ہو گئی۔ بولی۔ "تو۔ وہ آ گئے۔"

تھوڑی ہی دیر بعد کیلاش چندر گود میں وشویشور کو لئے ہوئے صحن میں آ کھڑے ہوئے۔ چندر ناتھ بھی باہر آ گئے۔ کیلاش نے پہلے کبھی چندر ناتھ کو نہیں دیکھا تھا۔ اگر دیکھا بھی ہوتا۔

توشاید پہچان نہ سکتے۔ اِس لئے وہ اُن کی طرف صرف دیکھتے رہ گئے۔ لڑکے نے تعارف کرا دیا۔ اُس نے کہا۔ "بابو جی ہیں۔"

چندر ناتھ پرنام کرکے کھڑے ہو گئے۔ ہاتھ بڑھا کر کیلاش چندر آشیرواد دیتے ہوئے بولے۔ "بیٹھو۔ بیٹا۔ بیٹھو۔"

لیکن جب وقت چندر ناتھ نے بوڑھے کیلاش چندر سے کہا۔ کہ "کل مَیں اِن لوگوں کو اپنے ساتھ لے جاؤں گا۔ اُس وقت کیلاش چندر کے کلیجے میں مانو سینکڑوں توپوں کے ایک ساتھ چھوٹنے کی آواز ہوئی۔ اُنہوں نے خود کیا کہا۔ وہ بھی اُن کے کانوں تک نہ پہنچا۔ لیکن چندر ناتھ نے سُنا۔ غیر واضح رولائی کی طرح بہت دُور سے کسی نے کہا ہے کہ اس سے بڑھ کر اور کون سی بات ہو سکتی ہے۔

سرّیو نے بھی یہ سُن کر خوشی ظاہر نہیں کی۔ اُس کی دونوں آنکھوں سے آنسو بہنے لگے۔ اُس نے پتی کے قدموں پر سر رکھ کر کہا۔ "اپنے قدموں کی خاک دے کر اِس بدقسمت کو یہیں رکھ جاؤ۔ اپنے ساتھ مت لے جاؤ۔"

چندر ناتھ نے پُوچھا۔ "کیوں؟"

سرّیو کوئی جواب نہ دے سکی۔ رو پڑی۔ رہ رہ کر اُس کی آنکھوں کے سامنے بوڑھے کیلاش چندر کا غمگین چہرہ ناچنے لگا۔

چندر ناتھ نے کچھ دیر تک چُپ رہنے کے بعد کہا۔ "مَیں تمہارا ہِت ہی ہوں۔ اگر مَیں تمہیں لے جانا چاہوں تو پھر تمہاری خواہش نہ ہونے پر بھی کچھ نہ ہو سکیگا۔ مَیں وِشّو کو چھوڑ کر نہیں رہ سکتا۔"

مسرؔ ٹو نے دیکھا۔ کہ اب میرے بولنے کی کوئی جگہ ہی نہیں ہے۔

دوسرے دن سویرے ہی کیلاش چندر نے روزانہ کی طرح وشو لیشور کو اپنی گود میں لے لیا۔ اور شطرنج کی پوٹلی ہاتھ میں لے کر وہ شنبھو مصر کے گھر جا پہنچے۔ اُنہیں پکار کر کیلاش چندر نے کہا۔ "مصر جی! آج میرے لئے بہت ہی آنند کا دن ہے۔ آج وشو اپنے گھر جائیگا۔ اب یہ بڑا ہو گیا ہے۔ اِس لئے مَیں اِسے اپنے چھوٹے سے گھر میں نہیں رکھ سکتا۔"

مصر جی نے بھی اس پر خوشی ظاہر کی۔

کیلاش چندر نے شطرنج بچھا کر اور اُس پر موہرے سجا کر کہا۔ "آؤ۔ ذرا میرے سامنے بیٹھو۔ آج تمہیں دو بازی مات کرونگا۔"

لیکن کھیل شروع ہوتے ہی ایک ایک کرکے کیلاش چندر کے سب موہرے مارے جانے لگے۔ جب ہاتھی چلنا چاہتے تھے۔ تب اُونٹ چل بیٹھتے تھے۔ اور جب اُونٹ چلنا چاہتے تھے۔ تب ہاتھی چل بیٹھتے تھے۔ اِس طرح کھیل میں بہت گڑبڑی ہونے لگی۔ مصر جی نے کہا۔ "آج آپ کا مزاج ٹھکانے نہیں ہے۔ اِسی لئے آپ بہت غلط چال چل رہے ہیں۔"

ایک بازی ہار چکنے کے بعد کیلاش چندر اور ایک بازی ہار گئے۔ اور تب کھیل ختم کرکے شطرنج کی پوٹلی باندھنے لگے۔ مگر لال وزیر اُنہوں نے نہیں باندھا۔ وہ وزیر اُنہوں نے وِشو کے ہاتھ میں دے کر کہا۔ "لو بیٹا۔ یہ وزیر مَیں تم کو دیتا ہوں۔ اب مَیں تم سے یہ کبھی نہ مانگوں گا۔ راستے میں آتے وقت اُنہیں جو

کوئی ملتا تھا۔ اُسے ہی وہ یہ خوشخبری سُنا دیتے تھے۔"

بوڑھے کیلاش چندر آج سبھی کاموں میں بہت زیادہ ذوق شوق دکھلا رہے ہیں۔ مگر کام کرتے کرتے بھی سب کام بچھڑ جاتے ہیں۔ شطرنج کے کھیل کی طرح اور سب کاموں میں بھی بہت بھُولیں ہو رہی ہیں۔ جُوں جُوں دن ڈھلنے لگا۔ تُوں تُوں بھُولیں اور بھی بڑھنے لگیں۔ اُن کی یہ بھُولیں دیکھ کر سرتُو کو سینکڑوں بار اپنی آنکھوں کے آنسو پُونچھنے پڑے۔ مگر پھر بھی بُوڑھے کے چہرے پر جو اشتیاق تھا وہ کم نہیں ہُوا۔ یہاں تک کہ جب سرتُو اُنہیں آڑ میں بُلا کر اُن کے قدموں کی خاک سر پر چڑھا کر رونے لگی۔ تب بھی وہ آنسو روک کر ہنستے ہوئے آشیرواد دینے لگے۔ اور بولے۔

"نہیں بیٹی تم روؤ مت۔ اِس بُوڑھے کے آشیرواد سے تُو راضی ہوگی۔ اگر پھر تم کبھی کاشی آؤ۔ تو اِس گُڈیا کو بھول کر اور کہیں نہ جا ٹھہرنا۔"

سرتُو اور بھی زیادہ رونے لگی۔ اُس کے من میں رہ کر اُسی دن کی بات یاد آنے لگی۔ جس دن وہ بے یار و مددگار اور بھکارن بن کر کاشی میں آئی تھی۔ اور آج!

سرتُو نے کہا۔ "تایا جی! مجھے چھوڑ کر تم سے رہا نہیں جائیگا۔"

کیلاش چندر نے کہا۔ "بیٹی! اب مجھے جینا ہی اور کتنے دن ہے۔"

پھر من ہی من میں کہا۔ اب میرا بلاوا آیا ہے۔ اِتنے دنوں

بعد اب کہیں اِن سوختہ پرانوں کو ٹھنڈک نصیب ہوئی ہے۔
سرلا نے آنسو پونچھتے ہوئے بے چین لہجے سے کہا۔"ہم لوگوں میں رحم اور محبت نہیں ہے۔"
کیلاش چندر نے کہا۔"شو! بیٹی ایسی بات مت کہو۔ میں نے تمہیں بخوبی پہچان لیا ہے۔"
رات کو دس بجے سب لوگ سٹیشن پر جا پہنچے۔ گاڑی کا وقت دھیرے دھیرے پاس آنے لگا۔
وشویشور سو گیا تھا۔ مگر لال وزیر کو وہ اُس وقت بھی اپنی چھاتی سے لگائے ہوئے تھا۔ بوڑھے کیلاش چندر نے اُسے ہلا ڈلا کر جگا دیا۔ فوراً سو کر اُٹھنے کے سبب سے پہلے تو اُس نے رونے کی تیاری کی۔ مگر جب کیلاش چندر نے اُس کے مُنہ کے پاس اپنا مُنہ لے جا کر کہا۔"بیٹا وشو!"۔ تب وہ ہنس پڑا۔ اور بولا۔"دادا جی!"
"ارے میرے بیٹا! تم کہاں جا رہے ہو؟"
وشو نے کہا۔"جاتے ہیں۔" پھر لال وزیر دکھلا کر کہا۔"وجیل"۔
کیلاش چندر نے کہا۔"ہاں بیٹا! وزیر کو کہیں کھو نہ دینا۔"
ہاتھی دانت کے بنے ہوئے اِس لال وزیر کے لئے کیلاش چندر نے وشو کو کئی بار خبردار کیا۔ اُس نے بھی سر ہلا کر کہا۔"نہیں دادا جی۔"
جب گاڑی آئی۔ تب سرلا کیلاش چندر کے قدموں کی خاک ماتھے پر لگا کر گاڑی پر سوار ہوئی۔ بوڑھے کی تہ دل سے نکلی ہوئی دعا کانپتے ہوئے ہونٹوں سے باہر نہ نکلی۔ اندر ہی رہ گئی۔
جب کیلاش چندر نے دیکھا کہ اب گاڑی روانہ ہونے میں زیادہ

دیر نہیں ہے۔ تب اُنہوں نے وشویشور کو چندر ناتھ کی گود میں دے دیا اور کہا۔ "بیٹا وِشُو!

"دادا جی!"

"وزیر"

وِشُو نے وہ وزیر دیکھ کر ہنستے ہوئے کہا۔ "دادا جی۔ وزیر"

"کھونا نہیں"

"نہیں دادا جی"

اب بُوڑھے کی خشک آنکھوں میں آنسو بھر آئے۔ جب گاڑی چلنے لگی۔ تب اُنہوں نے کھڑکی میں مُنہ ڈال کر سریُو سے کہا۔ "اچھا تو بیٹی جاتا ہوں۔" اور پھر ایک بار زور سے پکارا۔ "بیٹا وِشُو!" مگر گاڑی کی گڑگڑاہٹ اور لوگوں کے شوروغل میں وشویشور اُن کا وہ پکارنا نہ سُن سکا۔ جب تک گاڑی کی آواز سُنائی دیتی رہی تب تک کیلاش چندر اپنی جگہ سے ایک قدم بھی نہیں ہٹے۔ اِس کے بعد وہ آہستہ آہستہ واپس چلے گئے۔

(۱۹)

چندر ناتھ کو جو کچھ تھوڑا بہت ڈر تھا۔ چچا بھی شنکر کی باتوں سے وہ اُڑ گیا۔ اُنہوں نے کہا۔ "بیٹا! کفارہ (پرائشچت) تو گناہ (پاپ) کے لئے ہوتا ہے۔ جس نے پاپ ہی نہیں کیا۔ اُسے پرائشچت کرنے کی کیا ضرورت ہے؟ بہو کا کوئی پاپ نہیں ہے فضول پرائشچت کی بات چھوڑ کر تم اُس کی ہتک مت کرو۔"

منی شنکر کے مُنہ سے یہ بات بالکل نئی معلوم ہوئی۔ چندرناتھ
حیران ہوکر دیکھتے رہ گئے۔ اُنہوں نے پھر کہا:-

"مَیں تو یہی دیکھتا دیکھتا بوڑھا ہُوا ہوں۔ کہ کچھ نہ کچھ نقص
کچھ نہ کچھ شرم کی بات ہر ایک گھر میں ہے۔ آدمی کو اپنی لمبی
زندگی میں بہت چلنا پڑتا ہے۔ اِس لمبے راستے میں کہیں کیچ
کہیں پھسلن اور کہیں اُونچا نیچا ہوتا ہے۔ اِس لئے بھیّا لوگوں
کے پَیر پھسل جاتے ہیں۔ مگر وہ اپنی بات نہیں کہتے۔ صرف
دُوسروں کی ہی باتیں کہتے ہیں۔ وہ دُوسروں کے عیب، دوسروں
کے نقائص چلّا کر کہتے ہیں صرف اپنے عیب چھُپانے کے لئے۔
وہ سمجھتے ہیں کہ دوسروں کے شور وغل میں اپنی کرتوت چھُپ جائیگی
چندرناتھ چُپ چاپ سُنتے رہے۔ منی شنکر نے کچھ ٹھہر کر
پھر کہا:-

"ایک نئی بات اور سیکھی۔ وہ یہ کہ پرائے کو اپنا بھی کیا
جاسکتا ہے۔ اور اپنے کو پرایا بھی کیا جاسکتا ہے۔ مگر جو اپنا
ہے اُسے کیا کبھی کوئی پرایا کرسکتا ہے؟ اِتنے دنوں تک
مَیں اندھا تھا۔ مگر وِشو نے آج میری آنکھیں کھول دی ہیں۔
اُس کے ثواب سے سب پاک ہوگیا ہے۔ آج دوادشی ہے۔
پورنماشی والے دن کے لئے مَیں نے سارے گاؤں کو تمہارے
یہاں بھوجن کرنے کی دعوت دی ہے۔ پہلے بھیّا تھے۔ سب
کام کاج وہی کرتے تھے۔ مَیں تو کبھی کچھ کرہی نہ سکا۔ اِس
لئے سوچتا ہوں کہ مَیں وِشو کا اب پھر آن پراشچت کردوں۔"

چندر ناتھ نے کچھ سوچ کر کہا۔ "لیکن سماج؟"
منی شنکر نے ہنستے ہوئے کہا۔

"سماج ہم ہیں سماج تم ہو۔ یہاں اور کوئی نہیں ہے۔ جس کے پاس دھن ہے۔ وہی برادری کا مالک ہے۔ اگر میں چاہوں۔ تو تمہاری جاتی برادری بگاڑ سکتا ہوں۔ اور اگر تم چاہو تو میری جاتی بگاڑ سکتے ہو۔ سماج کے لئے فکر مت کرو۔ اور ایک بات کہتا ہوں۔ جو اب تک نہیں کہی۔ شاید کبھی کہنا بھی نہ۔ مگر اب سوچتا ہوں کہ تمہارے نزدیک یہ بات ظاہر کر دینے سے کوئی نقصان نہ ہوگا۔ تمہیں راکھال داس بھٹاچاریہ کی بات یاد ہے؟"

"ہاں۔ ہردیال کی چٹھی میں اُس کا حال پڑھا تھا"

"اگر ہمارے پریوار میں شرم کی کوئی بات تھی تو اُسے صرف وہی ثابت کر سکتا تھا۔ مگر اب وہ کوئی بات ظاہر نہیں کریگا۔ میں نے اُسے جیل بھجوا دیا تھا۔ کچھ دن ہوئے وہ جیل سے رہا ہو کر نہ جانے کہاں چلا گیا ہے۔ اور اب کبھی ادھر آنے کا نام نہ لے گا۔"

تب منی شنکر نے راکھال کا شروع سے آخر تک سب حال کہہ سنایا۔ اُسے سُن کر چندر ناتھ کی آنکھیں بھر آئیں۔

اِس کے بعد پُورنماشی کے دن سب لوگوں کا کھانا پینا ہو گیا گاؤں بھر میں کسی نے کوئی بات نہیں کہی۔ منی شنکر کا برتاؤ دیکھ کر لوگوں کو یقین ہو گیا کہ جھُوٹ ہی طوفان اُٹھایا گیا تھا۔ شاید وہ بھی ایک زمینداری چال تھی۔

ہرکالی نے اپنا کھانا الگ پکا کر کھایا۔

اب وہ لوگ اِس گاؤں میں نہیں رہیں گے۔ اپنے گھر چلے جائیں گے۔ ہرکالی نے کہا۔ "جان چلی جائے تو منظور ہے۔ مگر مَیں اپنا دھرم کسی طرح نہیں چھوڑ سکتی۔"

چاہے یہ بات سُکھ کی ہو چاہے دُکھ کی۔ چندر ناتھ نے اُن لوگوں کے لئے پچاس سے سَو روپیہ ماہوار مقرر کر دیا۔

جب اُتسو (تقریب) ختم ہوگیا۔ اور ناچ گانا بند ہوگیا۔ تب بہت رات بیتے چندر ناتھ نے اپنے گھر میں آکر دیکھا۔ کہ سر سے پَیروں تک راج راجیشوری کی مانند سجی ہوئی سرَیو گود میں سوئے ہوئے پُتر کو لئے جاگ رہی ہے۔ اور پتی کے آنے کی انتظار کر رہی ہے۔

آج پُورن ماشی ہے۔

چندر ناتھ نے کہا۔ "آج یہ کیا شان ہے؟"

سرَیو نے مُسکرا کر کہا۔ "سہیلی نے آج کسی طرح نہ چھوڑا۔"

(۲۰)

اُس رات کو ایک ایک قدم بڑھاتے ہوئے بُوڑھے کیلاش چندر اپنے گھر پر لَوٹ آئے۔ تُلسی کی چَوری پر ابھی تک دِیا جل رہا تھا۔ تو بھی اُنہیں چاروں طرف گھٹا ٹوپ اندھیرا دکھائی دیا۔ ابھی تک تو یہاں سبھی تھے۔ مگر اب کوئی نہیں ہے۔ صرف مٹی کا دیا جل رہا ہے۔ مگر اب اُس کی عمر بھی پوری

ہو چلی ہے۔ اب بُجھنے کو ہی ہے۔ سرِیُو را سے اپنے ہاتھ سے جلا کر گئی تھی۔

کیلاش چندر آکر پلنگ پر پڑ گئے۔ تھکی ہوئی آنکھوں میں سستی آنے لگی۔ مگر بیچ بیچ میں اُنہیں ایسا معلوم ہونے لگا گویا کوئی پکار رہا ہے۔ "دادا جی!" خواب دیکھا کہ مانو راجہ دشرتھ اُن کی چھاتی پر بسترِ مرگ بچھا کر اپنے کمزور ہونٹ تھرتھرا کر کہہ رہے ہیں۔ "آؤ! لوٹ آؤ! لوٹ آؤ!"

سویرا ہونے پر کیلاش چندر پلنگ پر سے اُٹھ بیٹھے۔ اور باہر آتے ہی اُنہوں نے اپنے روزانہ کی عادت کے مطابق پکارا۔ "وِشو!"۔ پیچھے یاد آیا کہ وِشو تو نہیں ہے۔ اپنے گھر چلا گیا ہے۔

ہاتھ میں شطرنج کی پوٹلی لے کر وہ شمبھو مِصر کے مکان کی طرف چلے۔ پُکار کر بولے۔ "مِصر جی! ہمارا وِشو چلا گیا" وِشو سے سبھی لوگ پریم کرتے تھے۔ مِصر جی بھی اُداس ہوئے۔ جب بساط بچھائی گئی اور اُس پر سب مُہرے رکھ دیئے گئے۔ تب مِصر جی بولے۔ "چاچا! وہ تمہارا لال وزیر کیا ہُوا؟"

کیلاش چندر نے سرد آہ کھینچ کر کہا۔ "ارے ہاں مِصر جی اُسے تو وِشو لیتا گیا ہے۔ وہ لال وزیر کو بہت چاہتا تھا۔ بچہ تھا۔ کسی طرح مانا ہی نہیں۔"

کیلاش چندر کو یہ کہنے میں شرم ہوئی کہ میں نے اپنی

مرضی سے ہی وہ وزیر وِشّو کو دیکر اپنے مُہرے نامکمل کر لئے ہیں۔

مِصر جی نے پُوچھا۔ "تو پھر دُوسرے مُہرے نکالیں؟"

"نکالو"

کھیل میں کیلاش چندر ہار گئے۔ شمبھُو مِصر ان کے ساتھ بہت دنوں سے کھیلا کرتے ہیں۔ مگر کبھی اُنہیں ہرا نہیں سکے تھے۔ آج کیلاش چندر کے ہارنے کا سبب وہ بآسانی سمجھ گئے۔ اُنھوں نے کہا۔ "چاچا! وِشّو تمہارا سارا علم اپنے ساتھ لے گیا۔"

چاچا کے لبوں پر خُشک ہنسی کی جھلک دکھائی دی۔ بولے۔ "آؤ۔ ایک بازی اور کھیل دیکھیں۔"

"اچھی بات ہے۔"

کھیل کے بیچ میں ہی کیلاش چندر قِسط دے کر بول اُٹھے۔ "وِشّو!"۔ شمبھُو مصر ہنس پڑے۔ اُنھوں نے کہا۔ "یہاں تو قِسط ہے۔ وِشّو کہاں ہے؟"

دونو آدمی ہنس پڑے۔

شمبھو مِصر نے قِسط دے کر کہا۔ "لو چاچا۔ اب کی دفعہ تمہارے دو پیادے گئے۔"

کیلاش چندر نے گھبرا کر کہا۔ "آؤ۔ آؤ بیٹا جلدی آؤ۔"

اس کے بعد مانو وہ کچھ دیر تک انتظار میں بیٹھے رہے۔ اُنہیں امید تھی کہ بس۔ اب ایک ننھا نازک جسم میری پیٹھ پر آ کر

گرنا ہی چاہتا ہے۔ شمبھو مصر نے دیر کرتے دیکھ کر کہا۔ اب کی بار پیادہ نہیں بچا سکوگے۔" بُوڑھے کیلاش چونک اُٹھے۔ بولے "وہی تو"۔ دو موہرے مارے گئے۔"

اِس کے بعد کھیل ختم ہُوا۔ مِصر جی جیت تو گئے۔ مگر خوش نہیں ہوئے۔ اُنہوں نے بساط اور موہرے وغیرہ ہٹا کر کہا۔ "اب دُوسرے دن کھیل ہوگا۔ آج آپ کی طبیعت درست نہیں ہے۔ مزاج ٹھکانے نہیں ہے۔"

کیلاش چندر کو گھر لوٹتے میں دوپہر ہوگئی۔ سوچتے تھے۔ وِشو تو ہے ہی نہیں۔ پھر فضول جلدی کیوں کی جائے؟

گھر پہنچ کر دیکھا۔ لِکھیا کی ماں رسوئی گھر میں اکیلی بیٹھی ہوئی ہے۔ اور رسوئی کا سامان اکٹھا کر رہی ہے۔ آج اُنہیں خود کھانا بنانا ہوگا۔ خود پروسنا ہوگا اور اکیلے بیٹھ کر بھوجن کرنا ہوگا۔ اب حسب خواہش کھانا پکائیں گے۔ کوئی جلدی نہیں۔ کوئی منانے والے بھی نہیں۔ وشویشور کی شرارت کا بھی ڈر نہیں۔ بہت ہی آزاد ہیں۔ مگر یہ سب باتیں تو اچھی نہیں لگ رہی ہیں۔ رسوئی گھر میں پہنچ کر دیکھا۔ ایک مٹھی چاول۔ دو تین آلو۔ دو پردل۔ تھوڑی سی دال۔ اُن کی آنکھوں میں پانی بھر آیا۔ آج سے دو سال پہلے کی باتیں یاد آگئیں۔ اُس وقت اِسی طرح صرف اپنے لئے آپ ہی بھوجن بنانا پڑتا تھا۔ یہی لِکھیا کی ماں سب کام کاج کر دیا کرتی تھی۔ اُس وقت وِشو آیا بھی نہیں تھا۔ اور پیا بھی نہیں تھا۔

کٹہل کے درخت کے نیچے اُس کے کھیلنے کا چھوٹا سا گھر اب بھی موجود تھا۔ ٹوٹی ہوئی دو ہانڈیاں۔ ہاتھ پیر ٹوٹی ہوئی مٹی کی پُتلیاں اور دو پہیے والی ایک ٹوٹی ہوئی ہنسی پڑی تھی۔ لڑکوں کی طرح بوڑھے کیلاش چندر نے اُن سب چیزوں کو اُٹھا کر اپنے سونے کے کمرے میں رکھ دیا۔

اب پھر وہ دوپہر کے وقت گنگا پانڈے کے یہاں شطرنج بچھا کر بیٹھنے لگے۔ سندھیا کے بعد پھر مکند گھوش کی بیٹھک میں لوگوں کا جماوا ہونے لگا۔ مگر کیلاش چندر پہلے جس طرح بہت مشہور اور تیز کھیلنے والے مانے جاتے تھے۔ اب ویسے نہیں رہے۔ پہلے وہ فاتح تھے۔ مگر اب اُن کے لئے صرف کھیلنا ہی کھیلنا تھا۔ پہلے جن لوگوں کو ہاتھ پکڑ کر کھیلنا سکھلایا کرتے تھے۔ آج وہی اُنہیں چال بتلاتے ہیں۔ جن کے ساتھ اپنے سب موہرے بچا کر بھی کھیل سکتے تھے۔ وہی اب چھاتی تان کر اور اپنی خواہش سے ایک ہاتھی مار کر کھیل شروع کرتے ہیں۔

کیلاش چندر کو اب بھی کھیلنے کا شوق ہے۔ مگر طاقت نہیں ہے۔ مگر اب بھی ایک دو بہت عمدہ چالیں سوجھ جاتی ہیں۔ شطرنج کھیلنے کا اُنہیں فخر تھا۔ مگر اب وہ کوری شرم میں تبدیل ہو گیا ہے۔ مگر شمبھو مصر اب بھی اُن کی عزت کرتے ہیں۔ اب بھی وہ اُن کے مخالف ہو کر نہیں کھیلتے۔ اور ضرورت ہونے پر اُن کی کوئی مشکل حل کر دیا کرتے ہیں۔

اب کیلاش چندر کے گھر پر بھی بہت گڑبڑی ہونے لگ

گئی ہے۔ لکھیا کی ماں باقاعدہ ناراض ہوتی ہے۔ دو ایک دن وہ اپنی آنکھوں سے آنسو پونچھتی ہوئی بھی دیکھی گئی ہے۔ وہ کہتی ہے۔ "بابو جی! اب تو تم نے کھانا پینا ایک دم سے چھوڑ دیا ہے۔ ذرا شیشہ لے کر ایک دفعہ اپنا منہ تو دیکھو"

اس پر کیلاش چندر مسکرا کر کہتے ہیں۔ "ارے راندھنا پروسنا سب بھول گیا ہوں۔ آگ کے پاس نہیں جایا جاتا۔"

لکھیا کی ماں بہت پرانی داسی ہے۔ وہ چھوڑتی ہی نہیں ہے۔ بک جھک کر مٹھی دو مٹھی چاول پکوا ہی لیتی ہے۔

اس طرح ایک ماہ گزر گیا۔

اس کے بعد تین چار دن تک کسی نے کیلاش چاچا کو نہیں دیکھا۔ سب سے پہلے شمبھو مصر کا اس بات پر دھیان گیا۔ وہ دیکھنے کے لئے آئے۔ انہوں نے آکر پکارا۔ "کیلاش بابو!"

لکھیا کی ماں نے جواب دیا۔ "بابو جی کو بخار آتا ہے۔"
مصر جی گھر میں چلے آئے۔ اور بچھونے کے پاس بیٹھتے ہوئے بولے۔ "ہیں بابو! آپ کو بخار آگیا؟"

کیلاس چندر نے ہنستے ہوئے کہا:۔

"ہاں مصر جی۔ ہاں مصر جی مجھے بلاوا آرہا ہے۔ اسی لئے آہستہ آہستہ جا رہا ہوں۔"

مصر جی نے کہا۔ "رام رام۔ آپ ایسی باتیں کرتے ہیں۔ ارے دو چار دن میں ہی اچھے ہو جائیں گے۔"

"اب یہ عمر آرام ہونے کی نہیں ہے ۔ اب کی دفعہ چل ہی دینا پڑے گا۔"

"وید راج جی کو بُلوایا تھا؟"

کیلاش چندر نے ہنستے ہوئے کہا۔ "مصر جی! اِس اٹھاون سال کی عمر میں وید راج جی آ کر کیا کریں گے؟"

"اٹھاون سال کی عمر بھی کوئی عمر ہوتی ہے چاچا! لوگ اور بھی اٹھاون سال تک جیتے ہیں۔"

کیلاش چندر نے اِس بات کا کوئی جواب نہ دے کر یکدم کہا۔ "اچھی بات ہے ۔ مصر جی! ہمارے رِشُو نے چٹھی لکھی ہے ۔ لکھیا کی ماں ۔ ذرا کھڑکی کھول دے تو مصر جی کو چٹھی پڑھ کر سناؤں۔"

اور تکیئے کے نیچے سے چٹھی نکال کر بہت مشکل سے شروع سے اخیر تک اُنہوں نے پڑھ سُنایا ۔ چٹھی بنگالی میں تھی ۔ ہندوستانی مصر جی اُسے کچھ تو سمجھے اور کچھ نہیں سمجھے ۔ رات کو شمبھو مصر وَید راج کو بُلا لائے ۔ وَید راج بنگالی تھے ۔ کیلاش چندر کو بہت پہلے سے جانتے تھے ۔ اُن کے دو ایک سوالوں کا جواب دے کر کیلاش چندر نے کہا :۔

"وید راج جی! میرے بیٹے نے چٹھی لکھی ہے ۔ پڑھتا ہوں ۔ ذرا سُن لیجئے۔"

کیلاش چندر کے بیٹے کو وید راج جی نہیں جانتے تھے ۔ بولے ۔ "کِس کی چٹھی ہے؟"

"بیٹا وِشُو کی۔ لکھیا کی ماں۔ ذرا دِیا اِدھر تو لا۔"
دِئیے کی روشنی میں اُنہوں نے ساری چِٹھی پڑھ سُنائی۔
اُنہوں نے اِس بات پر ذرا بھی دھیان نہیں دیا۔ کہ ویدراج جی ہماری چِٹھی سُن بھی رہے ہیں یا نہیں۔ وہ سرِیُو کے ہاتھ کی لکھی ہوئی وِشُو کی چِٹھی ہے۔ کیلاش چندر کے لئے بس یہی اطمینان۔ یہی سُکھ کی بات ہے۔ ویدراج جی دوائی دے کر چلے گئے۔ اور شمبھو مصر کو بُلا کر کیلاش چندر اپنے وِشویشور کے رُوپ۔ صفت، سمجھ اور دوسری ساری باتوں پر ٹیکا ٹِپنی کرنے لگے۔
دو ہفتے بیت گئے۔ مگر کیلاش چندر کا بخار کم نہیں ہُوا۔ تب اُنہوں نے محلے کے ایک لڑکے کو بُلوا کر اپنے وِشُو کو چِٹھی لکھوائی۔ اُس چِٹھی کا مطلب یہی تھا کہ "یہاں ہم اچھی طرح ہیں۔ مگر آج کل شریر کچھ ٹھیک نہیں رہتا۔ پھر بھی فکر کی کوئی بات نہیں ہے۔"
جب ہردیال نے سُنا کہ کیلاش چاچا کے بچنے کی اب کوئی امید نہیں ہے۔ تب وہ بھی اُنہیں دیکھنے کے لئے آئے۔ اِدھر اُدھر کی دو ایک باتیں کرنے کے بعد کیلاش چندر نے پھر سرہانے کے نیچے سے وہی چِٹھی نکالی۔ اور ہردیال کے ہاتھ میں دے کر کہا۔ "لو بھیّا! پڑھو تو اسے"
چِٹھی بہت میلی ہو گئی تھی۔ دو ایک جگہ سے کچھ پھٹ بھی گئی تھی۔ پُوری پُوری پڑھی نہیں جاتی تھی۔ جہاں تک ہو سکا ہردیال

نے اُسے پڑھا۔ کہا۔ "یہ ہرڈیو کے ہاتھ کی لکھی ہوئی ہے۔"
"لکھی تو ہرڈیو کے ہاتھ کی ہے۔ مگر ہے میرے وِشُو کی چِٹھی۔"
"ہاں! مگر نیچے اُس کا نام تو ہے۔"

مگر ہردیال کی اِس بات سے بوڑھے کیلاش چندر مطمئن نہیں ہوئے۔ اُنہوں نے کہا۔ "اُسی کا نام ہے۔ اُسی کی چِٹھی ہے۔ ہرڈیو تو صرف لکھنے والی ہے۔ جب وِشُو لکھنا سِیکھ لیگا۔ تب آپ ہی مجھے چِٹھی لکھا کرے گا۔"

ہردیال نے سر ہلا دیا۔

کیلاش چندر بڑے ذوق سے کہنے لگے۔ "کیوں بھیّا! پڑھ لیا؟ ہمارا وِشُو رات کو "دادا - دادا" کہہ کر چِلّا اُٹھتا ہے۔ اور رونے لگتا ہے۔ وہ کیا کبھی ہمیں بھُول سکتا ہے؟

اسی وقت اُن کی آنکھوں سے دو بُوند آنسو نکل کر تکیے پر آ پڑے۔

لکھمیا کی ماں پاس ہی تھی۔ وہ ہردیال کو اشارہ کر کے باہر بُلا لے گئی۔ اور بولی۔ "پنڈا جی! اب آپ جائیے۔ آپ اگر رہیں گے تو یہ دن بھر یہی بات کرتے رہیں گے۔"

اور چار پانچ دن گزر گئے۔ حالت بہت ہی خراب ہو گئی ہے۔ شمبھو مصر رات دن پاس ہی رہتے ہیں۔ بیچ بیچ میں وَید راج جی آکر دیکھ جایا کرتے ہیں۔

آج دن بھر سے ہوش نہیں ہے۔ سندھیا کے بعد کچھ کچھ ہوش ہُوا۔ اِس کے بعد کچھ ہوش اور کچھ بیہوشی کی حالت رہی۔

آدھی رات کے وقت وہ بولے ۔ "بیٹا وِشو! ہمارا وزیر دے دو۔ نہیں تو یہ بازی مات ہو جائے گی۔"

شمبھو مصر نے پاس پہنچ کر پوچھا۔ "چاچا! آپ کیا کہہ رہے ہیں؟"

کیلاش چندر نے ایک بار مصر جی کے چہرے کی طرف دیکھا۔ اور گھبرا کر ایک بار تکیئے کے نیچے ہاتھ ڈالا ۔ ایسا جان پڑا کہ اُن کی کوئی چیز کھو گئی ہے ۔ اِس وقت اُس کی ضرورت ہے ۔ مگر ڈھونڈنے سے وہ نہیں مل رہی ہے ۔ اِس کے بعد اُنہوں نے بے چین ہو کر کروٹ بدلتے ہوئے کہا ۔ "بیٹا وِشو! اب تو وزیر دے دو۔ بغیر وزیر کے تیں کب تک کھیلوں گا؟"

اِس شطرنج عالم کے کھیل میں کیلاش چندر کا وزیر کھو گیا ہے ۔ وہ مانو بے چین جذبات سے دنیا کے مالک (والئے عالم) سے اُسی وزیر کی بھیک مانگ رہے ہیں۔ شمبھو مصر اُن کے پاس آ کھڑے ہوئے ۔ لکھیا کی ماں نے اُن کے مُنہ کے پاس دِیا لا کر دیکھا کہ اُن کی آنکھیں اُوپر کی طرف چڑھ گئی ہیں ۔ صرف ہونٹ مانو کانپ کر اب بھی کہہ رہے ہیں۔ "وِشویشور! بغیر وزیر کے میں کب تک کھیلوں گا ۔ لاؤ بھائی اب وزیر دیدو۔"

دُوسرے دن ہردیال نے چندر ناتھ کو چِٹھی لکھ دی۔ کہ کل رات کو کیلاش چندر کا سورگباش ہو گیا ÷

ختم

ڈاکٹر سر رابندر ناتھ ٹیگور کے بلند پایہ ناول

طوفان } یہ شاہکار ان کا ماسٹر پیس ہے۔ دلچسپ سنسنی خیز۔ عبرتناک سبق آموز، حیرت انگیز اور واقعات کا مرقع۔ انسانی زندگی کے نشیب وفراز حسن وجمال کی پاکیزہ و دلاویز داستان حیات۔ نہایت پُر درد اور ہر باب میں نئے راز کا اضافہ۔ عشق اور فرض کا تصادم۔ مجلد قیمت تین روپے

جیون پربھات } ایک بلند پایہ شاہکار۔ انسانی خباثت اور شرافت کا نمونہ۔ ایک بیوہ کی خونچکاں داستان حیات۔ اس کا ہر باب آپ کو ایک سبق دینے کے لئے کافی ہے۔ زندگی کے تلخ تجربات۔ قیمت مجلد تین روپے۔

گورا } ٹیگور کے شاہانہ ادب میں جس قدر ناول ہیں ان میں اس کا درجہ خاص ہے۔ گورا دیش بھگت ٹیگور کے دل کی صحیح ترجمانی ہی نہیں بلکہ صاف عکس ہے۔ ابتدا سے لے کر انتہا تک سوشل ترجمانی کا بہترین ثبوت ہے۔ قیمت چار روپے۔

راج رشی } یہ عجیب وغریب شاہکار ہے۔ اس کا ہر باب آپ کے دل پر ایک اثر چھوڑے گا۔ اور ہر باب میں ایک نئے راز کا اضافہ۔ ایک بار شروع کر دیں۔ پھر چھوڑنے کو دل نہ چاہے گا۔ قیمت تین روپے۔

(ملنے کا پتہ)

بھارت پستک بھنڈار کٹرہ اہلوو الیاں امرت سر